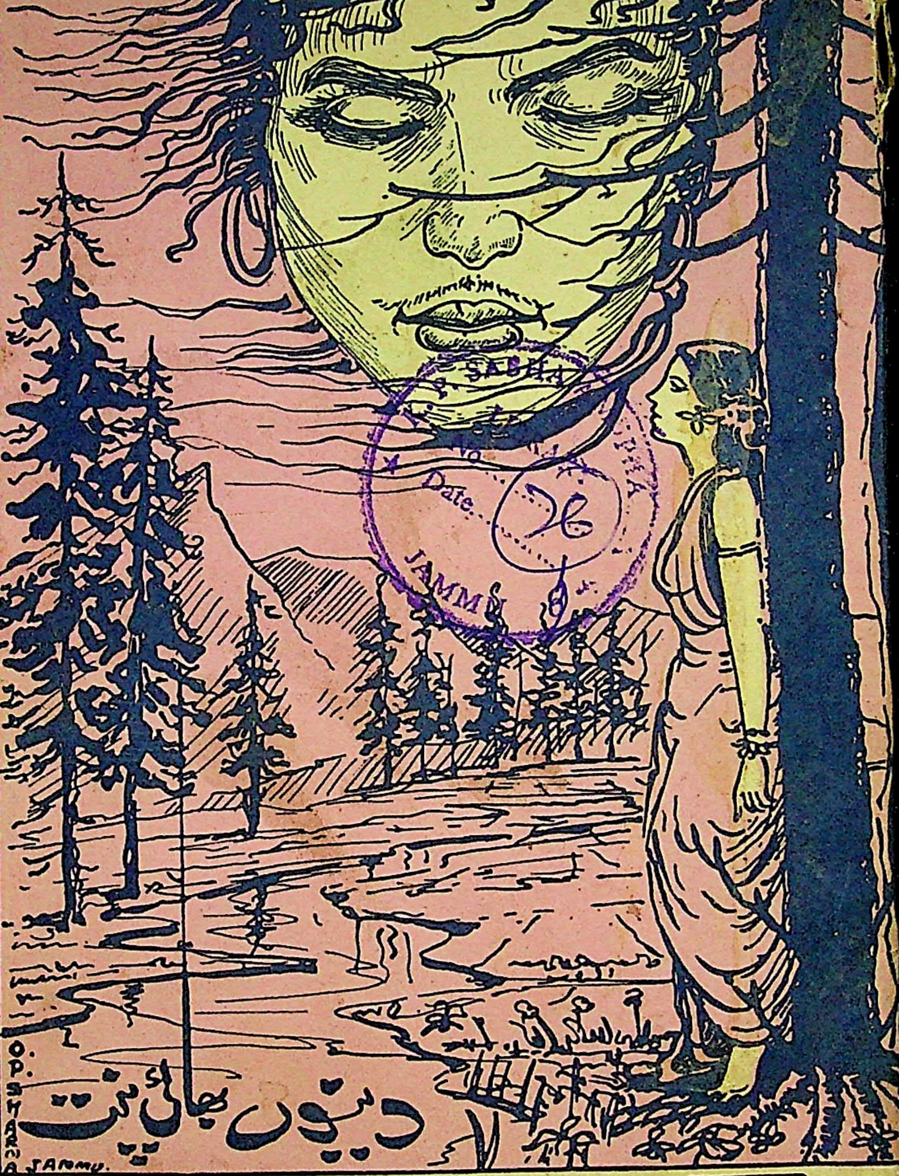

SABHA
No.
Date.
JAMMU

دینوں بھائی پنت

سودکے کی کھوج

[illegible]

K.P. SABHA AMBPHALLA
LIBRARY
No..............
Date............
JAMMU

سورگ کی کھوج

(ایک ناٹک)

دینو بھائی پنت

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

سنہ ۱۹۶۳ء

پہلا ایڈیشن

طباعت:- چاند پریس جموں

قیمت
دو روپے پچاس نئے پیسے

ملنے کا پتہ ڈوگری سنستھا پکہ ڈنگہ جموں

تعارف

دینو بھائی پنت جی کا یہ ناٹک اردو کے ڈرامائی ادب میں اپنے موضوع کی تاریخی اہمیت کے اعتبار سے، ایک اہم اضافہ ہے۔ اس ناٹک کا محرک کشمیر کی حسین وادی میں انسانوں کی آبادی کی ابتدا کی ایک قدیم روایت ہے۔ روایت کے مطابق وادیٔ کشمیر زمانہ قدیم میں ایک جھیل تھی جو ستی سر کے نام سے موسوم تھی۔ اس جھیل کے اطراف پہاڑیوں پر انسانوں کی ابتدائی آبادیاں بسی تھیں۔ وادیٔ کشمیر کی زرخیز زمین اس میں پائے جانے والے بعض پودے اور پہاڑوں پر دو کا بندھن کے تہ نشین ہوئے پتھر اس روایت کے ثبوت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ روایت یہ بھی بتاتی ہے کہ ستی سر جلودبھو نامی ایک راکشس کا مسکن تھی۔ جو لوگوں کو دق کرتا اور ستاتا تھا۔ لوگوں نے اس کے مظالم سے تنگ آکر، اندر تک اس کی شکایت پہنچائی۔ اندر نے اس راکشس کے عذاب سے لوگوں کو چھڑانے کیلئے، بارہمولہ کے قریب پہاڑیوں پر اپنا رتھ چلا دیا، جس سے پہاڑ کٹ گئے۔ اور ستی سر کا پانی بہہ کر وادی کی زمین برآمد ہو گئی۔ مگر اب جلودبھو نے یہ ترکیب کی کہ گھنے دھوئیں کے بادل پیدا کر کے، اس کے اندر چھپ گیا۔ اور اس طرح اندر کی سرزنش سے اپنے آپ کو بچانا چاہا۔ لیکن دیوی پاربتی نے ایک شارکا یعنی مینا کی شکل اختیار کی۔ اور ایک بڑا پہاڑ اپنی چونچ میں اٹھا کر دھوئیں کے بادلوں میں چھوڑ دیا۔ اس پہاڑ کے نیچے جلودبھو دب کر فنا ہو گیا۔ اور نئی برآمد شدہ زمین پر انسان آباد ہو گئے۔ یہ پہاڑی اب ہاری پربت کے نام سے موسوم

پر اکبر کا تعمیر کرایا ہوا قلعہ موجود ہے
ہے اور وادی کے بیچوں بیچ واقع ہے جس
اس ناٹک کے مصنف نے روایت کو ایک زیادہ انسانی اور حقیقت نما
پہلو دیا ہے۔ پہاڑوں کی ابتدائی آبادی کے مکھیا کیشپ رشی نے پہاڑوں
پر لوگوں کی بڑھتی ہوئی آبادی، اور لوگوں کی اپنی مویشیوں کو چارہ نہ ملنے کی شکایات کی
بنا پر یہ سوچا تھا کہ کسی طرح پہاڑوں کو کاٹ کر اس جھیل سے پانی کی نکاسی کا انتظام
ہو جائے، تو ستی سر کی زمین انسانوں کی آبادی کے لئے برآمد کی جا سکے گی۔ اور لوگوں کی
اپنے مویشیوں کیلئے چارہ کی قلت کی شکایات رفع ہو جائے گی۔ اتفاق سے آریامان
یعنی ایران کی افواج کا سپہ سالار، آندرہ اپنی فوج کی پسپائی کے بعد زخمی ہو کر کاشر
یعنی کشمیر کی پہاڑیوں کی طرف بھاگ آتا ہے۔ اُسے لوہے کی دھات دریافت ہو گئی
تھی۔ اب کیشپ رشی کے خواب کے پورا ہونے کا وقت آ گیا۔

ستی سر سے پانی کی نکاسی کی روایت، کشمیر میں انسانوں کی آبادی کے
بہت ہی ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ہے۔ اُس کا تعلق شاید اُس عہد سے ہے جب
ایران میں آریوں کی آپس میں رقابتوں اور ان کے مویشیوں کے لئے چارہ کی قلت
نے انہیں دشوار گزار پہاڑوں کو عبور کر کے بھارت کی طرف اور کشمیر کی پہاڑیوں کی
طرف نقل مقام کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ شاید کچھ قافلے ہندوستان اور بلتستان کی
طرف سے بھی آئے۔ ان بچھڑے ہوئے قبیلوں کی زبان میں ایرانیوں کی زبان کے
مقابلے میں رفتہ رفتہ کچھ صوتی اور لسانی اختلافات بھی پیدا ہو گئے تھے۔ اس
ما قبل تاریخ روایت کو، زندگی کا روپ عطا کرنا بجائے خود تخیل کا ایک یادگار
کارنامہ اور اسے ادبی شکل و صورت دینا ایک مستحسن سعی ہے۔

ناٹک کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ پنڈت جی کی ادبی تربیت ایسی
روایتی موضوعات کو حیات نو بخشنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ وہ ڈوگری

گئے بڑے اچھے شاعر ہیں، اور شاید اس نسل کے شعراء میں سر برآوردہ مقام رکھتے ہیں۔ ڈوگری کے شعراء کے تذکرہ "جگمگیاں جوتاں" کے مرتب نے اُن کا حال مع فہرست دکھا ہے۔ پنت جی کی نظموں کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور انہیں عوام میں مقبولیت بھی حاصل ہے۔

پنت جی کے اس ڈرامے نے اُن کے لیے اردو کے ڈرامہ نگاروں میں بھی مقام پیدا کر دیا ہے۔ اردو میں پنت جی شائستہ ادبی صلاحیتوں پر مجھے کوئی تعجب پیدا نہیں ہوا۔ انکی اپنی زبان "ڈوگری زبان" اردو کے رشتے ناتے کی بہن ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جموں جیسے مردم خیز شہر کی ادبی فضا میں انکے فکر و فن کی تربیت ہوتی ہے۔ اس فضا میں جو محمد عمر نور الٰہی کا وطن ہے جہاں پنڈت دتاتریہ کیفی نے اپنی زندگی کا ایک معتد بہ حصہ گزارا، اردو کے سخن سنجوں کے نغمے اب تک گونج رہے ہیں۔ اور مجھے اس کا ابھی پوری طرح یقین ہے کہ ایک منجھے ہوئے ادبی اظہار کے ذریعے کے طور پر کشمیر، جموں، پونچھ اور ملحقہ علاقے پنجاب میں، یہ ہمیشہ مقبول رہے گی۔ اس کے ذریعے سے، ہمارے ادیب لسانی سرحدوں کو عبور کر کے پنت جی کی طرح سارے بھارت میں مقبولیت حاصل کریں گے۔

یہ ناٹک ایک مختصر ڈرامہ کی ساری خوبیوں پر احاطہ کیے ہوئے ہے کہانی راست خطوط پر آگے بڑھتی ہے۔ کردار مجسمہ اور مصنف کے سوچے سمجھے اور جانے پہچانے ہیں۔ کیشپ رشی ڈرامے کا مقدس کردار ہے تخیل، دوراندیشی اور عزم کا استعارہ ہے۔ شاریکا جس کا تصور ہاری سے اخذ کیا گیا ہے۔ خانہ بدوش آریہ قبیلے کی دلیر لڑکی، اور آریہ راجہ رندر اور راندر کی محبت کا مرکز ہے، اور جس کے اطراف امن اور محبت کے نقش اُبھارے گئے ہیں۔ دونوں ایک مخصوص انفرادیت کی مالک ہیں۔ دبی دبی اور پاکیزہ محبت کی جھلکیاں، جہاں ڈرامے میں انسانی دلچسپی

پیدا کرتی ہیں محبت کے ایک اعلیٰ تصور کی بھی تبلیغ ہیں۔

کہانی دو بچھڑے ہوئے بھائیوں کے ملاپ کی کہانی ہے۔ ایران اور بھارت کی روایتوں کا کشمیر کی حسین وادی اور ایرانیوں کے "ایران صغیر" میں ملاپ جہاں معنی خیز ہے۔ نہیں شاید ایک خواہش بھی ہے بھٹکے ہوئے اندر کو اسی سرزمین سے زندگی کا سراغ ملتا ہے کہتا ہے۔

"یہاں آکر پایا ہے سرچشمہ میں نے اس آب حیات کا جس کا ایک قطرہ بھی زندگی دے سکتا ہے۔ مردہ قوموں کو ـــــــ" اور

"تمہاری اس پاک محبت کے سہارے میں زندگی بھر آزادیٔ وطن کے لیے لڑتا رہوں گا۔"

اندر ان دو داستانوں کا با جبروت عیش پرست راجہ، لیکن بھارت کی دیو مالا میں ایک با جبروت دیوتا ہے۔ گروہوں میں بٹنے سے پہلے یہ غیر منقسم آریہ قوم کا دیوتا تھا اس کو ڈرامے میں لا کر مصنف نے ایرانی بھارتی لسانی ترکیب کا شائبہ بھی پیش کیا ہے۔ وہ کشمیر میں رائج آریائی کے پہلے بول نہیں سمجھ سکتا لیکن کیشپ رشی کی مدد سے وہ اپنی زبان کے بھارتیہ لفظوں پر قابو حاصل کرتا جاتا ہے اور جاننے لگتا ہے کہ خدا (خودا) سوئم بھو ہے۔ آفتاب، آدیہ پدر۔ پتر، آستان، استھان (ایران)، آریامان، آمیر، امر، باس: داس، خون، شون، (پراکرت کھون) دست، ہست۔ بازو، باہو۔ زانو، جانو، محترم، کرامات (کریامتی) کے مسلم نہیں ہیں۔

بارہ مولا کے رہنے والے براہ (براہو) جو آریوں کے دشمن ہیں شاید وہی لوگ ہیں جو براہوی زبان بولتے تھے۔ اور جن کے بارے میں حال تک یہ خیال تھا کہ یہ آریوں ہی کی ایک شاخ ہیں اور براہوی آریائی کی شاخ لیکن یہ زبان

دراوڑ نسل کی زبان ہے جسکے بولنے والے بلوچستان کے ایک محدود علاقے میں ابتک موجود ہیں۔ یہ آریوں کے فطری دشمن ہو سکتے ہیں جنہیں کاشر گن نے بالآخر مغلوب کر دیا۔

اندر آریا مان کے دیوگن کا سینا پتی" ایران صغیر کا کاشر جاتی کی بھلائی کا یادگار کام کر جاتا ہے لیکن اسکا محرک کاشر گن ہے / ایرانی اندر کے نس نس میں یہ شعوریت رچی ہوئی ہے۔ اقبالؔ نے سچ کہا تھا: نہ سر یات میں پیدا کرنے لگے ہند" مصنف کے جذبہ وطن دوستی اور قوم پرستی کا یہ پہلو کس قدر مستحسن ہے۔ کہ اندر کی زبان سے بھی وہ لفظ کہلا دیا ہے جو اوپر نقل کیے گئے ہیں کیسپ رشی کی پیش بینی اور عزم، کاشر محنت کشوں کی محنت آریہ مان اندر کی دعا ت کی دیانت۔ بھارت کے سرتاج کشمیر کی آزادی کی بہبودی ترقی اور عظمت کی ضمانت ثابت ہو سکتے ہیں

پنج آب کے بھائی، کاشر بھائیوں سے نصف صدی نہیں شاید نصف ہزاری قبل بچھڑے تھے۔ ڈرامے میں بھی علیحدگی کا تصور نمایاں پیدا کرنا تھا اس عجیب ناٹک میں طہارت کے بھوت" بری طرح گھس پڑے ہیں۔ پھر بھی مجھے توقع ہے کہ وہ ڈرامہ کے پڑھنے میں حارج نہیں ہو سکیں گے۔

پنڈت جی کا یہ ناٹک چھپنے سے پہلے کئی دفعہ اسٹیج پر کھیلا جا چکا ہے اور ہزاروں لوگوں نے اسے دیکھا اور اس کی داد دی ہے۔ میں اس ادبی کارنامے کی داد تو کیا دے سکتا ہوں۔ ہاں پنڈت جی کی صلاحیتوں سے متوقع ہوں کہ وہ ایسے کئی موضوعات کے ناٹک ہم کو پڑھنے لطف اندوز ہونے اور کچھ سیکھنے کے لئے دیں گے

سرینگر کشمیر
۲۱-۱۲-۱۹۶۴ء

پروفیسر عبدالقادر سروری
صدر شعبہ اردو و فارسی جموں کشمیر یونیورسٹی

پیش لفظ

اس ہندوستانی ناٹک کی دل کہانی نیل مت، مارکنڈیہ پُران اور راج ترنگنی وغیرہ اتہاسوں گرنتھوں میں درج ایک ایسی لوک کہانی ہے جو ہزارہا سال سے کشمیر میں سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے۔ دھرتی کا سورگ کہلانے والی اس خوبصورت وادی کو اپنی محنت اور مسلسل جد و جہد سے وجود میں لانے والے کیشپ رشی کو ہمارے ویدوں اور دیگر تہذیبی کتابوں میں پرجاپتی یعنی دنیا کی تخلیق کرنے والے آدی برہما کا درجہ دیا گیا ہے کیشپ اور ان کے کاشر قبیلہ کی خود پیدا کردہ ہونے کے باعث ہی اس وادی کو کاشمیر کہا جاتا ہے۔ کیشپ کی اولاد ہی دیو، دیتیہ، دانو، ناگ، بن، تیج، رنون، کھس وغیرہ تیرہ مختلف قبیلوں کی صورت میں سارے بھارت اور دنیا کے دیگر حصوں میں پھیل گئی تھی۔ اس لئے کشمیر تمام بھارت واسیوں کے لئے چاہے وہ کسی بھی دھرم سے تعلق رکھتے ہوں محض سیر و سیاحت کا مقام نہیں بلکہ تہذیب و تمدن کا وہ سرچشمہ ہے جو ہر ہندوستانی کے لئے ایک متبرک زیارت گاہ کا سا درجہ رکھتا ہے۔ ہم کشمیریوں کے لئے تو یہ اور بھی فخر کی بات ہے کہ ہمارے ہی ہم نسل بھائیوں نے آگے بڑھ کر دنیا کے اس عظیم ترین ملک کو آباد کیا۔ بھارت ہمارا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اپنے بھائیوں سے الگ نہیں کر سکتی۔

بات انسانی تواریخ کے اس ابتدائی دور کی ہے جب آدمی خود رو جنگلی پھل پھول اور پتھر اور ہڈی کے ہتھیاروں سے حاصل کردہ شکار پر گزر بسر کرتا تھا آج سے ہزاروں سال پہلے ہمالیہ کے اتر پچھمی بھاگ میں اونچے اونچے پربتوں کے

درمیان "ستی سر" نام کی ایک عظیم جھیل تھی جس کے گرد و نواح کی پہاڑی ڈھلوانوں پر اسی طرح کا ایک آدمی قبیلہ یا گن آباد تھا۔ شیر گھاٹی کے پہاڑوں کی درمیانی اونچائیوں پر چٹانوں میں کھود کر بنائے گئے کشتیاں باندھنے کے سوراخ جنھیں آج بھی ناؤ بندھ کہا جاتا ہے۔ اس بات کا ثبوت ہیں کہ ستی سر کا پانی کبھی ان اونچائیوں کو چھوتا ہوگا۔ سرینگر سے آٹھ دس میل دور برزہامہ (برزہوم) نام کے ٹیلے کی حالیہ کھدائی نے اس بات کے مزید ہزاروں ٹھوس ثبوت مہیا کر دیئے ہیں۔ کہ کس طرح پتھر اور ہڈی کے ہتھیار استعمال کرنے والا وہ آدمی قبیلہ صدیوں تک ترقی کرتا ہوا مکان بنا کر رہنے، مٹی کے برتن استعمال کرنے اور مویشی پالنے سے کھیتی باڑی کے دور تک جا پہنچا۔ ان کھنڈروں کی تیسری چوتھی سطح سے برآمد ہونے والے مٹی کے برتنوں کی بناوٹ ٹھیک مارتنڈ اور اونتی پورہ کے ترقی یافتہ تہذیبی دور کے ان برتنوں سے مشابہت رکھتی ہے جنھیں کے آریہ تہذیب کے آدرش نمونوں کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اب اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ کہ پتھر اور ہڈی کے ہتھیار استعمال کرنے والے اور مٹی کے غاروں میں رہنے والا وہی آدم قبیلہ ہزاروں سال کی کٹھن کاوشوں کے بعد ترقی کرتا ہوا اُس مہان آریہ تہذیب کا وارث بنا جس کو دنیا بھر کی تہذیب و تمدن کی ماں کہا جاتا ہے۔ "برج" اُس حلقی پھیری بستی کا نام تھا جو اپنے مال مویشی کے چارے کی تلاش میں ادھر اُدھر ٹھکانے بدلتی رہتی تھی اور "ہوم" اس عمل کا نام تھا جس میں تمام کنبہ کے لوگ اپنی مشترکہ کمائی کو آگ میں پکا کر کھاتے، اور سنسار کو بنانے اور چلانے والے دیوتاؤں کے گیت گاتے تھے لہٰذا برزہامہ سے مراد اُسی طرح کی ایک بستی ہے۔ پتھر یا لوہے کے بعد کھیتی باڑی کے دھندے کی دریافت نے پرانے گرہ سماج کے تانے

نے مسائل کھڑے کر دیئے تھے۔ رگ وید میں مشترکہ قبائلی کھیتی کی سہولیات کے پیش نظر
کئی گوتروں میں بٹ چکا تھا۔ گوتر گن کی اُس اکائی کا نام تھا جس میں ایک ہی پریوار
کے لوگ اپنے مال مویشی اور کھیتی کی سہولیات کے مطابق دور دور چھوٹے
چھوٹے گاؤں بنا کر رہتے تھے۔ بعد میں یہی گوتر یا گوٹ کسی خاص خطے پر مستقل رہائش
اختیار کرنے لگے۔ تو انہیں گرام یا گاؤں کہا جانے لگا۔

پرجاپتی کیشپ غالباً اُس زمانہ میں ہوئے ہونگے جب گن گوتروں
اور گوتر گاؤں میں تقسیم ہو رہے تھے۔ کیونکہ گن یا قبیلہ کے سردار کو گن پتی کہا
جاتا تھا۔ مگر گوتروں اور گاؤں میں پھیلی ہوئی ساری پرجا کے سردار یا
نیتا کو پرجاپتی کہنا ہی مناسب ہو سکتا تھا۔ لیکن بعد کی صدیوں میں پرجاپتی
ایک ہی رتبہ بن گئے ہونگے۔ پرجاپتی کیشپ کے دور کا سماجی ڈھانچہ ایک
نئے ابھرتے ہوئے "کھیتی ہر" نظام کی ابتدائی صورت اختیار کر چکا ہوگا۔ سردار
قبیلے کے ساتھ گوتر پتی اور گاؤں کے مکھیا بھی سامنے آ چکے ہونگے۔ لہذا
گن کا کام گن پنچایتوں کے ہاتھ میں آ گیا۔ جس میں سب گوتر اور گاؤں کے
مکھیا لوگوں کے صلاح و مشورے ہی سے کام سر انجام پاتے رہے ہونگے۔
آج کی گاؤں پنچایت گن پنچایتوں کا ہی ایک روپ ہے

رگ وید میں کیشپ کے نام سے وید منتروں سے صاف ظاہر ہوتا
ہے کہ اُس وقت تک تانبہ جیسی مضبوط دھات کا ستر آریوں کے ہاتھ آ چکی تھی
اور وہ اس کا استعمال لڑائی کے ہتھیاروں اور کھیتی باڑی کے اوزاروں کے
تیار کرتے تھے۔ پراچین کتابوں میں "توشٹا اور رِبھو" جیسے عظیم دستکاروں
یعنی انجینئروں کے ساتھ ہی کیشپ کا بھی نام آتا ہے۔ پرجاپتی کیشپ بہت بڑے
انجینئر بھی تھے۔ سنسکرت کا کیشپ شلپ نام کا گرنتھ اُن کے تعمیراتی

اصولوں کا نتیجہ ہے۔ کاشمیر میں مارتنڈ اور اونتی پورہ وغیرہ کے مندر اور
اتر بھارت کے ہزاروں مندروں اور محلوں کی تعمیر انہیں اصولوں کے تحت
ہوتی رہی ہے۔

وکاس اور ارتقائی دور کے اس لمبے سفر میں یہ قافلہ ایک ایسے پرخطر
مقام پر بھی آپہنچا کہ جہاں کاشر آریوں کی آبادی بہت بڑھ گئی اور ان پہاڑی
ڈھلوانوں پر چراگاہوں اور قابل کاشت زمین کی کمی انتہا کو پہنچ گئی۔ کاشر پرجا کو
بھوک اور تنگی کا شکار ہونا پڑا۔ گن پنچایت ان مشکلات کا کوئی حل پیش نہ کر
سکی۔ گن پرجا کے ایک بڑے بھاگ نے کہیں دور جا کر آباد ہونے کی اجازت
چاہی۔ مگر گن پنچایت ایسا پرستاؤ ماننے سے اس لئے قاصر رہی۔ کہ جھیل کے
دوسرے کنارے "براہول" یعنی بارہمولہ کے مقام پر آباد براہا نام کا وحشی
قبیلہ جو تہذیب و تمدن میں آریوں سے صدیوں پچھڑا ہوا تھا، ان کی اس کمزور
ہوئی طاقت سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ براہا لوگ آئے دن حملے کر کے کاشر
گوتروں کے مال مویشی چرا کر لے جاتے اور گوالوں کو مار ڈالتے تھے۔ دور دور
آباد کاشر بستیوں کو دن رات دشمن براہوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

ادھر براہوں کا سردار جالا بھیا اپنے کو جھیل کا خدا کہتا اور اس کے قبیلہ
کے لوگ اسے دیوتا کہہ کر پوجتے تھے۔ ایسی صورت میں کچھ کاشروں کا باہر چلے
جانا قبیلے کو اور بھی کمزور کرنے کا کارن ہوتا۔ لہٰذا پرجاپتی کشیپ نے بہت
غور و خوض کے بعد گن پنچایت کے سامنے یہ نیا حل پیش کیا کہ ہمیں براہامول
کے مقام پر بسنا کر اونچے پہاڑوں کو کاٹ کر ستی سر کے پانی کو باہر نکال
کر کے اس کے نیچے دبی سینکڑوں کوس نئی زمین حاصل کرنی چاہیے۔ کافی
سوچ وچار کے بعد گن کے لوگوں نے اس سجھاؤ کو مان لیا۔ رندر، اندر

شاریکا دیوی وغیرہ نے جلد دیکھو مارا اور سب کاشریوں نے مل کر پہاڑوں
کو کاٹ ڈالا اس طرح کشپ اور اُن کے ملک کی کھوج پایا کیونکہ دھرتی کا نام
کاشمیر رکھا گیا۔

K. P. SABHA
LIB

اس ناٹک کا نایک یعنی ہیرو "رودر" دیوی تیاگ اور بھلائی کا
دیوتا ہے جس کے گُن ہزاروں منتروں میں گائے گئے ہیں۔ "رودر" کے
لفظی معنی بھی دُکھیوں کے دُکھوں کو دُور کرنے والے کے ہیں۔ کاشمیر کے
دیگر ہزاروں سادھوؤں نے اس کی بانی اور کارنامے کے آدرش کی پوجا کرتے
آئے ہیں جس نے سب کی بھلائی کے لئے خود زہر کا گھونٹ پی لیا اور حیات کو
موت کو اپنے گلے لگا لیا تھا۔ اسی لئے کشمیر گھاٹی کے بہت سے پہاڑوں، دریاؤں
اور جگہوں کو شِو کے متبرک ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس چناکشن آریہ قبیلہ
میں عورتوں کا درجہ مردوں سے بھی زیادہ افضل ہونا نہایت قدرتی بات تھی
جنت کشمیر کو وجود میں لانے اور دشمن براہوں کا خاتمہ کرنے میں شاریکا، ایزی
وغیرہ گن دیویوں نے بھی پورا ہاتھ بٹایا ہوگا۔ اسی لئے مول کتھا میں شاریکا دیوی
کا ذکر کاشریوں کی مہان شکتی کے روپ میں آتا ہے۔ شاریکا اور اپنا انہیں کا
ناریوں کے آدرش کردار ہیں۔ جو اپنے خالق پیار اور دُکھ کو سماج کی بھلائی
کے لئے قربان کر سکتی ہیں۔ مسلسل محنت اور خدمت ہی جن کی خوبصورتی کا راز
ہیں۔

آریہ ورت کے دیوتاؤں کا سپہ سالار سورگ کا راجہ اندر جسے
ویدوں میں سکھ سمردھی اور شانتی کا دیوتا کہا گیا ہے۔ دراصل آریہ ماتا
ایرانا کا رہنے والا تھا۔ اُس وقت سندھ سے لیکر ایران تک کا سارا علاقہ
آریہ ورت کہلاتا تھا جس کی راجدھانی امراوتی یا پہ جن (جنت) بہشت تھی۔

اسرمترا کھیلہ نے جب آریا ماں کی رام بھومی پر قبضہ کر لیا۔ تو انھوں نے سرسوتی ماتا کی حالت میں بھٹکتا ہوا ستی سر کے کنارے آباد کاشتریوں کے ساتھ آن ملا۔ اس دور ڈھلوپ میں بحر یعنی برہا جیسی پکار آمادہ بات اُس نے دریافت کر لی تھی۔ جس سے ایک طرف پہاڑ کاٹے اور دوسری طرف آریہ ماں کو دوبارہ آزاد کروانے میں مدد ملی۔ اتہاس گواہ ہے کہ آریہ ماں کے دیدا اور کشمیر کے کاشتر کبھی ایک ہی گن سے کچھ کر الگ ہوئے تھے۔ لہذا ان کی زبانیں تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ایک ہی بھاشا کے دو روپ ہیں۔ کیشپ کے وقت میں یہ فرق اور بھی کم رہا ہوگا۔ یہ بھاشا دو ویدک پیروپ آریہ بھاشا تھی جس سے فارسی اور سنسکرت کی دو شاخیں پھوٹ کر اپنے اپنے ماحول میں پھلتی پھولتی رہیں۔ ہزاروں میلوں اور ان گنت صدیوں کی دوری کے باوجود بھی یہ بہنیں تو آخر بہنیں ہیں کشمیری کہانی سنسکرت اور فارسی دونوں کا ایک ساتھ سنگم رہی ہے۔ کشمیری زبان خود سنسکرت اور فارسی دونوں سگی بہنوں کا آدرش ملن سنگم ہے۔

ہندی اور اردو کے کٹر پنتھیوں کو شاید اس ناٹک کی زبان کچھ ناگوار گذرے مگر یہ تو ایک تاریخی صداقت ہے اگرچہ یہ ثانوی سی بات نہ سمجھی جائے تو میں عرض کروں گا۔ کہ زبانوں کی نشوونما کے لئے اس طرح کا کٹرپن ہمیشہ کشمکش کا باعث بن جاتا ہے۔ ہندی اردو کا جھگڑا تو محض ایسی ناآشنائی کا ہی چھیڑا ہے۔ آئیے ہم ایک دوسرے سے زیادہ گہری واقفیت حاصل کریں۔

ناٹک کے دھرتا نترے، مدگلے، کھجر، نندی، کاک وغیرہ سبھی کردار کشمیر کے ان گوتروں اور کلوں کی نمائندگی کرتے ہیں جن کو صدیوں کے بعد بھی کشمیری عوام اپنے لقب کے طور پر استعمال کرنے میں فخر محسوس کرتے

ہیں۔ دھرم اور مذہب الگ الگ ہونے پر بھی ہم ایک ہی نسل اور خون سے پیدا بھائی بھائی ہیں۔ کیشپ، رودر اور اندر وغیرہ کردار ہمارے لئے دیوتا ہوتے ہوئے بھی اپنے دور کے ایسے انسان تھے جنہیں ہماری اور آپکی طرح زندگی کے مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ اُن کے پکے عزم اور پائدار معتقدات نے ہی انہیں اتنا اونچا اٹھایا۔ کہ آج ہم اُن کو دیوتا کے روپ میں مانتے ہیں۔ اس زمانہ کے محدود وسائل کو دیکھتے ہوئے اُن ملکا پرس چیادوں کو کاٹنا اور ایک سمندر کو خالی کر کے نئی زمین حاصل کرنا ہمارے عظیم بزرگوں کا ہی کام تھا۔ آج کی تعمیر و ترقی کے دور میں اگر ہم اپنے اُن بزرگوں کے کردار سے کچھ بھی سبق حاصل کر سکیں۔ تو یہ اس ناٹک کی سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔

میں جناب پروفیسر عبدالقادر سروری صاحب صدر شعبہ اُردو و فارسی جموں و کشمیر یونیورسٹی کا ازحد شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود میری اس حقیر کاوش کو کمال توجہ سے پڑھا۔ اور اپنے تاثرات قلم بند کرنے کی زحمت گوارا فرمائی۔

آخر میں مجھے جموں و کشمیر کلچرل اکاڈمی کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جسکی مالی امداد نے مجھے اس ناٹک کی اشاعت کے سلسلہ میں بہت ہی پریشانی سے بچا لیا۔

دینو بھائی پنت

ایک رائے

اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ "دھرتی کا سورگ" کہلانے والی کشمیر کی وادی بہت پراچین کال سے تہذیب و تمدن کا منبع رہی ہے۔ بہت سے ودوانوں کی رائے میں آریہ نسل کے لوگ یہیں سے چل کر ساری دنیا میں پھیلے۔ ویدک آریوں کے پرجاپتی کیشپ اوتار کے رشی اور اندر وغیرہ کا سشر پنڈتوں نے اس سرزمین کو بڑی محنت تدبر اور بہادری سے کام کر کے حاصل کیا۔ اس کا اہم ترین پورانک کتھا کو اس ناٹک میں کامیابی کیساتھ پیش کیا گیا ہے۔ تعمیر و ترقی کے اس نئے دور میں ہم اپنے ان قابل عقیدت بزرگوں سے تحریک اور روشنی حاصل کرنے کے بجا طور پر حقدار ہیں جنہوں نے کہ سمجھا کہ اس آدی یگ میں وہ کارنامے کر دکھائے جن پر ساری دنیا فخر کر سکتی ہے۔ اس ناٹک کے کردار ہماری اور آپکی طرح انسان ہوتے ہوئے بھی اپنے عظیم کارناموں اور مہان قربانیوں کے باعث اس اونچے درجہ تک جا پہنچے ہیں کہ ہم انکو دیوتا مان سکتے ہیں۔ دیوبھاگی پنڈت کا یہ ناٹک جہاں ایک ادبی فن پارہ ہے وہاں بھارتی تہذیب و تمدن کی گہری وابستگی پیدا کرنے والا علمی شاہکار بھی ہے۔ اس ناٹک کی زبان بھی ایک ایسے ماحول میں ابھرا کرتی ہے جہاں سنسکرت اور فارسی دو سگی بہنوں کی طرح پیدا ہوئی تھیں۔ اس حقیقت کو دیکھتے ہوئے ہندی اردو کا جھگڑا محض ناواقفیت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ ناٹک ہندی اور اردو کے ان عقیدت مندوں کو میل ملاپ اور یکسی کی نمائش دیتا ہے جو اپنا اور قوم کا بہت سا قیمتی وقت اس فرضی بحث میں صرف کر رہے ہیں۔ ناٹک ناٹک کا اسٹیج کی ان تمام خوبیوں سے آراستہ ہے جن کی کہ ایک ناٹک کو اشد ضرورت ہوتی ہے۔ پنڈت جی اس ناٹک کی تصنیف کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ڈاکٹر آر کے کاؤ ایم اے پی ایچ ڈی
فارملی ہیڈ آف دی پوسٹ گریجویٹ ڈیپارٹمنٹ آف سنسکرت جموں و کشمیر یونیورسٹی

کردار

کیشپ :- کاشر قبیلہ کے عمر رسیدہ سردار
زمانوں سے مشہور رشی

رُودر :- کاشروں کا نوجوان نیتا

اندر :- ڈیسینا کا سپہ سالار ایران کا بادشاہ

دھر :- کاشر قبیلہ کا پروہت

تانترکے :- ایک بوڑھا کاشر مُکھیا

تنارمی :-
کاک :- کاشر بھٹ یعنی سپاہی

شارلیکا :- ایک کاشر دیوی

اپرنا :- ایک کاشر حسینہ

پہلا سین

(پرارتھنا گیت کے ختم ہوتے ہی پردہ اٹھتا ہے۔ رنگ منچ پر آج سے ہزاروں سال پرانے ماحول میں ہمالیہ پربت مالاؤں سے گھرے ستی سر کے کنارے کاشر قبیلہ کے سردار کیشپ رشی کی یگیہ شالہ دکھائی دیتی ہے۔ ہون کی آگ کی روشنی میں بکھرے پھول پتے اور دیگر ساز و سامان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ابھی ابھی یگیہ سماپت ہوا ہوگا۔ لکڑی کے اونچے دیوٹ پر بڑا سا دیپک جل رہا ہے۔ پاؤں تک لمبا چولا پہنے کمر باندھے اور ہاتھوں میں تانبے کا بھالا لیے۔ جوان کاشر مہیلا (دیوی شاریکا) پہرہ دیتی ہوئی کھڑی ہے

اس کی نظریں کھڑکی میں دکھائی دیتے ہوئے اونچے برفانی
پہاڑوں اور ستی سر کی لہروں پر جمی ہوئی ہیں۔ اسی وقت
جسم پر شیر کی کھال اوڑھے ہاتھ میں تانبے کا ترشول
اٹھائے رودر غصہ کے جوش میں داخل ہو کر سیدھا اندر کی
طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔)

شاریکا:۔ (اچانک کھٹکے سے چونک کر سنبھلتے ہوئے)
کون تم بن پوچھے اندر جانا چاہتے ہو!

رودر:۔ (جاتے جاتے رک کر) میں رودر اپنے کل پتی
سے ملنا چاہتا ہوں!

شاریکا:۔ (گمبھیر آواز میں) آدر یوگیہ کل پتی کیشپ ابھی ابھی
یگیہ شالہ سے اٹھ کر آرام گھر میں گئے ہیں تھوڑی
دیر میں گن پنچایتن کی بیٹھک ہونے والی ہے
اس لئے آج ان سے ملاقات نہیں ہو سکتی!

رودر:۔ (بگڑ کر) میرا آج اور ابھی سے ملنا ضروری ہے!

شاریکا:۔ گن پنچایتن کی آگیا نہیں ہے!

رودر:۔ (بگڑ کر) پنچایت کیا ایک کاشر کو بھی اپنے کل پتی
سے ملنے دینا نہیں چاہتی؟

شاریکا:۔ ایک سو بیس برس سے بھی اوپر آیو والے
دھار شی کے آرام اور صحت کا دھیان رکھ کر

ہی یہ پرتی بندھ لگایا گیا ہے۔

رُدُور:۔ میں اس پابندی کو ماننے کے لئے تیار نہیں!

شاریکا:۔ پنچایت کا ودھان سب سے اوپر ہے خود کُل پتی بھی اسے مان کر چلتے ہیں!

رُدُور:۔ (اندر کی طرف بڑھتے ہوئے) میں اس نکمی پنچایت کی رتی بھر پرواہ نہیں کرتا۔

شاریکا:۔ (للکار کر بھالا تانتے ہوئے) ٹھہرو! میرے جیتے جی تم زبردستی اندر نہیں جا سکتے!

رُدُور:۔ (تڑپ کر گھومتے ہوئے) اما! جس پنچایت نے سب کاشٹروں کو بھوک اور بربادی کے گڑھے میں دھکیل دیا ہے! اس قدر نربل اور کمزور بنا دیا کہ آج دسیو برہا تک بھی ہم پر ہاتھ اٹھانے کی ہمت کرنے لگے۔ آپ مجھے اسی پنچایت کا حکم ماننے کے لئے مجبور کرتی ہیں؟

شاریکا:۔ (ڈانٹ کر) رُدُور!

رُدُور:۔ (درد بھری آواز میں) آپ کیا نہیں دیکھتیں؟ اناج کے لئے کھیت نہیں ہیں! پشوؤں کے لئے چراگاہیں نہیں ہیں! جنگلوں میں پھل پھول تک باقی نہیں ہے کاشٹر جتنا دن پر دن موت کے منہ کی طرف

گھسٹتی جارہی ہے !

تانترے :- (اسی وقت دھر کے ساتھ داخل ہوتے ہوئے) رُودر ٹھیک کہتا ہے ! ابھی پچھلے مہینے جنگلی براہوں نے ہماری ایک سو گائیں مدھومتی کی چراگاہ سے اُڑالیں ؛ پانچ گوالے مار ڈالے اور ہم کچھ نہ کر سکے !

رُودر :- (دکھی ہو کر) بچّے دودھ کے ابھاؤ میں بھوک کے بلک رہے ہیں ۔! پشو چارے کی کمی کے کارن مر رہے ہیں ۔

تانترے :- (بات کاٹ کر) اور یہ پنچایت ہے کہ کانوں میں تیل ڈالے سو رہی ہے ۔

دھر :- یہ تو ہوگا ہی ! اس سنسار کو بنانے اور چلانے والے دیوتاؤں کی پرارتھنا تک کرنے کوئی نہیں آتا ۔ جب کہ شام کے ناچ رنگوں میں بھیڑ لگی رہتی ہے ۔! یہ سب ادھرم نہیں تو کیا ہے ؟

تانترے :- پرہمت دھر ! تم کیا ان بھیڑ کے لوگوں سے من بہلانے کے یہ آخری سہارے بھی چھین لینا چاہتے ہو ؟

شاریکا:۔ پرشاسیئے پر نہیں ہوتی! برف پہلے سے اُدھک پڑنے لگی! پالت پشو مر گئے۔ جنگلی پشو بھاگ گئے۔ اب اگر اکال پڑ گیا تو اِس میں پنچایت کا کیا دوش؟

رُودر:۔ دوش پنچایت کا نہیں تو کِس کا ہے؟ کیا کام تھا اِس پنچایت کا؟ کیا کیا اُس نے اِن آپداؤں کو دُور کرنے کے لیئے؟

دھرم:۔ (بے بسی میں) سُورج وہی! چندر وہی! دھرتی اور آکاش بھی وہی ہیں! پرنتو جب دیوتا ہی روٹھ جائیں تو منُشیہ کر بھی کیا سکتے ہیں؟

کیشپا:۔ (لاٹھی کے سہارے داخل ہوتے ہوئے) اگر کرنا چاہیں تو منُشیہ کیا نہیں کر سکتے؟

(سب جھُک کر بوڑھے رِشی کو پرنام کرتے ہیں)

شاریکا:۔ مہارشی! اِس 'رُودر' نے گُن پنچائیتن کا اپمان کیا ہے! پنچائیتن کی آگیا ماننے سے انکار کیا ہے!

کیشپ:۔ (رُودر کی طرف دیکھتے ہوئے) یہ سب اِس نوجوان کے کرودھ کا اُبال ہے! میں سب سُن چکا ہوں! مگر اِس کی باتیں جھوٹی نہیں ہیں!

دھر:۔ آپ کُل پتی ہو کر بھی 'رُودر' کے جھوٹے آروپوں
کا سمرتھن کرتے ہیں ؟

کیشپ:۔ 'رُودر' نے آروپ نہیں لگائے، کیول آپ
لوگوں کا دھیان اُن باتوں کی طرف دِلایا
ہے، جن کا کچھ نہ کچھ پربندھ اِس پنچایت کو
کرنا ہی چاہیئے (رُودر سے) ہاں بیٹا! تم اِن
کٹھنائیوں کا کیا حل بتانا چاہتے ہو۔؟

رُودر:۔ (آدر سے جھک کر) مہا پِتر! میری پرارتھنا ہے کہ ہمیں
ایک نیا گن بنا کر کہیں باہر چلے جانے کی آگیا
دی جائے

شاریکا:۔ تم اِس ستی سر پردیش کو چھوڑ کر ہی باہر چلے
جانا چاہتے ہو؟

رُودر:۔ ہاں! اِس کے سوا دوسرا چارہ ہی نہیں! میرے
ساتھ دوسرے دو ہزار کاشر نر ناری جانے کو تیار
ہیں!

دھر:۔ (حیرانی سے) دو ہزار نر ناری؟

رُودر:۔ ہاں! کاشر یہ جا کی آبادی دس ہزار تک بڑھ
چکی ہے۔ گن کے پشوؤں کی گنتی پہلے سے کئی
گنا زیادہ ہو گئی ہے۔ اِن پہاڑوں پر اب

اتنی جگہ باقی نہیں ہے کہ ہمارے بڑھتے ہوئے
پریوار کا پالن پوشن ہو سکے!

دھر:۔ جس دھرتی پر رہتے ہوئے ہمارے کنبہ نے
اتنی وردھی پائی اُسے چھوڑ کر جانا ادھرم ہے!
پاپ ہے!

رُودر:۔ آدر یوگ پروہت! یہ بھی تو ہمارے دھرم منتر
ہی بتاتے ہیں کہ ایک بڑھتے ہوئے گن
کو اپنے میں سے نئے گن بنا کر باہر بھیجتے
رہنا چاہئے۔ تاکہ نئی پرجائیں اپنے لئے نئی
بستیاں بسائیں اور پوری طرح پھل پھول سکیں۔

شاریکا:۔ آج جب کہ دشمن براہا لوگ ہم پر چاروں
طرف سے حملے کر رہے ہیں تو اس طرح دو ہزار
لوگوں کا باہر چلے جانا گن کو کمزور بنانا نہیں تو کیا
ہے؟

رُودر:۔ ہزاروں بھیڑ کے اور کمزور لوگوں کی نسبت تھوڑے
مگر طاقتور آدمی دشمن کا سامنا زیادہ اچھی طرح
کر سکتے ہیں۔!

کیشپ:۔ کچھ بھی ہو ہمیں اس سچائی کو ماننا ہی پڑے
گا۔ کہ ان پہاڑوں پر اب نئے کھیت اور

گوچر بنانے کے لئے استھان باقی نہیں ہے!

رُودر:- کُل پتا! اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ ہمیں نئی
بھُومی تلاش کرنے کی انومتی دی جائے

کیشپ:- ہاں! اس سمے جب کہ شترو ہم پر چاروں
طرف سے آکرمن کر رہے ہیں تو کسی پرکار بھی
لوگوں کا باہر چلے جانا اپنی شکتی کو کمزور کرنا
ہوگا!

تامرے:- تو کیا بھوکوں مرتے رہیں؟

کیشپ:- منشیوں کے جیون میں کبھی کبھی ایسے کٹھن
دن بھی آتے ہیں۔ کہ بھوکوں رہ کر بھی آپداؤں
کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس پرکار نراش ہونے
کے بجائے ہمیں دوسرے اُپایوں پر وچار کرنا
ہوگا۔

رُودر:- دوسرے اُپائے؟

کیشپ:- ہاں! میں یہیں اسی سپت سندھو پردیش میں
اتنی دھرتی کو جانتا ہوں کہ اُسے حاصل کرکے
ہم ہزاروں برس تک پھل پھول سکتے ہیں۔
کیول اُپائے اور شرم کرنے کی ہمت چاہیے

شاریکا:- اسی سپت سندھو دیش میں نئی دھرتی؟

تانترے (تمسخر میں ہنس کر) ہاں! سپنوں کی دنیا میں دھرتی کی کیا کمی ہو سکتی ہے؟

کیشپ:۔ (اپنے آپ سے) ہاں! اب وہ سمے آگیا ہے کہ ہم کاشر آریہ اچھا جیون پراپت کرنے کے لئے اُس مہان شرم یگیہ کو شروع کر دیں جسے دیکھ کر آکاش کے دیوتا بھی دنگ رہ جائیں!

دھر:۔ (خوش ہوکر) میں پہلے ہی کہتا تھا کہ یگیہ کرنے سے ہی سکھ سمپت مل سکتے ہیں۔

تانترے:۔ (گڑگڑا کر) ہاں! تو اب رہے سہے پشو بھی یگیہ میں بلی چڑھا ڈالو!

کیشپ:۔ یگیہ کا ارتھ کیول ہون کرنا اور پشو بلی چڑھانا نہیں ہے 'تانترے'!

دھر:۔ تو پھر کیا ہے؟

کیشپ:۔ یگیہ تو اُس ساجھے اُدم اور جتن کا نام ہے جسے ہم سب مل کر سب کی بھلائی کے لئے کریں

شاریکا:۔ کل پتی اپنے من کی بات صاف صاف بتائیں

کیشپ:۔ تو سنو! ہمیں اس مہان ستی سر کے نیچے ڈوبی سینکڑوں کوس لمبی چوڑی دھرتی کو باہر نکالنا ہوگا۔!

دُھر (حیرانی سے) یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاپتر؟
تانترکے:۔ (ہنس کر) معلوم ہوتا ہے آپ نے آج
بوٹی کچھ زیادہ پی لی ہے۔
کیشپ:۔ نہیں! میں سب کچھ سوچ وچار کر ٹھیک کہہ رہا
ہوں۔ میں نے جیون بھر ان پہاڑوں اور پانیوں
کا اچھی پرکار سے دیکھن کیا ہے اور اب
پورے وشواس کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ
کام ہو سکتا ہے۔
دُور:۔ مگر کیسے؟
کیشپ:۔ (پہاڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہ دُور پچھم
دشا میں جہاں سے برامول کی نیچی پربت
مالا شروع ہوتی ہے وہیں سے اُن پہاڑوں
کو کاٹ کر اس ساگر کے پانی کو باہر نکالنا
ہوگا۔
دُھر (حیرانی) پربتوں کو کاٹ کر؟
کیشپ:۔ ہاں! ہاں! اُن پہاڑوں کو کاٹ کر!
شاریکا:۔ یہ کام کیا ہم منشیوں کے بس کا ہے؟
کیشپ:۔ ہمارے پورب پُرکھا وشنو نے پربت
کے پانیوں کو کاٹ کر ہی وہ دھرتی پائی

پائی تھی۔ جسے آج سُورگ کہا جاتا ہے!

تامنتر :- ہم کیا دیوتاؤں کے برابر شکتی رکھ سکتے ہیں ؟

گیشپ :- کیوں نہیں ؟ ہم بھی تو اُنہیں کی سنتان ہیں ...... وہ بھی تو ہماری طرح ہی مُنشیہ تھے ! اُن کے اُدم اور کاریوں نے ہی اُنہیں اتنا اونچا اُٹھا دیا کہ آج دیوتا سمجھ کر پُوجے جاتے ہیں۔

دھر :- یہ تو ٹھیک ہے ..... پرنتو ......

گیشپ :- (جوش میں) ہمارے گن کے کام کرنے کے لائق تین ہزار آدمی اگر دس ہاتھ دھرتی بھی دن میں کاٹیں تو پانچ ہی برسوں میں یہ کام پورن ہو سکتا ہے!

رُودر :- مگر وہاں تو بجر کے سمان کٹھور چٹانیں کاٹنے کا کام ہے ! آخر ہم اُن چٹانوں کو کاٹیں گے کیسے ؟

گیشپ :- دِرڑھ ہمت۔ اٹوٹ ایکتا اور اٹل وشواس کے رہتے آدمی کیا نہیں کر سکتے ؟ آگ اور پانی کے پریوگ سے اِن چٹانوں کو بھی مٹی کی طرح بھُر بھُرا بنایا جائے گا پھر آج تو ہمارے ہاتھ میں تانبہ ہے ! تانبے کے بسولے اور ہتھوڑے ہیں !

تانترے :- (چڑھ کر) مگر سانپ کے سر سے منی اتارے گا کون ؟ وہ جگہ تو دشمن براہوں کے قبضہ میں ہے... اور وہاں رہتا ہے اُن کا ظالم سردار جادو بھو۔ جسے وہ لوگ دیوتا مان کر پوجتے ہیں

دھر :- (نفرت سے) وہ برہمن تو کتوں اور سوکروں کی بھی پوجا کرتے ہیں

تانترے :- مگر پروہت ! پچھلے یدھوں میں تم اُن کی طاقت تو دیکھ ہی چکے ہو !

رُدر :- (غصہ میں) کسی پر حملہ کرنا ہم کاشردوں کی نیتی نہیں اگر کُل پتی کہیں تو ہم ایک سپتاہ کے اندر دشمنوں کو نشٹ کر سکتے ہیں۔

کیشپ :- نہیں نہیں ! کسی پر حملہ کرنیکی ضرورت نہیں اگر وہ لوگ بات چیت دوارا مان جائیں تو ہمارا کام اور بھی آسان ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ بھی مل کر ہمارے ساتھ کام کر سکتے ہیں

تانترے :- براہا کریں گے کام ؟

کیشپ :- ہاں ! وہ لوگ تو ہم سے زیادہ دُکھی ہیں جنکے پاس نہ کھانے کو اناج نہ رہنے کو گھر ہیں !

تانترے :- اگر وہ نہ مانیں تب ؟

کیشپ :- تب ہر پرکار سے اپنی پرجا کو سُکھی بنانا ہمارا دھرم ہے

تانترے :- ارتھات یُدھ بھی کرنا ہو گا

کیشپ :- پرجا کی بھلائی کے لئے کیا جانے والا

یدھ بھی یگیہ کہا جائے گا۔!

رودر:۔ (ہاتھ جوڑ کر) تو کیا کل پتی کی یہ یوجنا ساری جنتا میں پرسارت کر دی جائے؟

شاریکا۔ دھر (دونوں ایک ساتھ) ہاں! ہاں! ہمیں سویکار ہے!

تانترے:۔ (کرودھ میں) ہاں! ہاں! سب سے کہہ دو کہ پہلے بھوکوں مرتے تھے۔ تو اب پتھروں سے سر پھوڑ کر مرنے کے لئے تیار ہو جائیں!

شاریکا:۔ (تیز ہوکر) بہادر تانترے! تم ہر بات کا ورودھ ہی کرتے ہو یا جینے کا کوئی دوسرا اُپائے بھی بتا سکتے ہو؟

دھر:۔ یہ ہے ہی ایسا! ہر بات کا اندھیرا پہلو کھوجتا ہے

تانترے (غصہ میں کانپتے ہوئے) تمہارا مطلب ہے کہ میں اس سبھا میں چپ بیٹھا رہوں۔ اپنا مت بھی نہ دوں؟

شاریکا:۔ مت تو تم نے دیا ہی نہیں۔

تانترے:۔ تو سن لو! میں اب بھی کہتا ہوں کہ اس ان ہونے کام میں ہاتھ ڈالنے کی نسبت کہیں دور جا کر بسنا لابھدائک اور آسان ہے!

رودر:۔ مگر کیسے؟ باہر جاکر بھی تو ہمیں جنگل کاٹ

مگر بنجر دھرتی آباد کرنی پڑے گی۔ جس پر برسوں
کی محنت درکار ہوگی۔ اور ہو سکتا ہے کہ دشمنوں
سے یدھ بھی لڑنے پڑیں!

(اسی وقت نندی اور کاک ہنستے ایک
نوجوان پردیسی کو لاکر سب کے سامنے
پٹک دیتے ہیں۔ اس کے ہاتھ کی گٹھڑی
دور جا گرتی ہے۔ اور وہ ڈر سے کانپتا
ہوا سب کو دیکھنے لگتا ہے اس کا
لباس عجیب۔ آنکھیں نیلی اور بال بھورے
ہیں۔ اس اچانک گھٹنا سے سب لوگ
سناٹے میں آجاتے ہیں۔ سپاہیوں
کے ہاتھوں میں بھالے چمک رہے
ہیں۔ اور ان کے سانس پھولے ہیں)

کیشپا (گمبھیر آواز میں) کاک! یہ کون ہے؟

کاک (سر جھکاکر) ایک دشمن۔ پچھم کی چراگاہ
میں دیودار کے درختوں کی اوٹ میں چھپا بیٹھا تھا

نندی:۔ جب گوالوں نے دیکھا تو بھاگ نکلا!

کاک:۔ اس نے ہمارے بیس گوالے گھائل کر ڈالے

نندی:۔ بڑا بھاری بلشالی باڑ ہے!

کاک :- بڑی کٹھنتا سے قابو میں آیا !

رُودر :- (کڑک کر) اچھا تو میں ابھی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں بھون ڈالتا ہوں !

کیشپ (رُودر کو روکتے ہوئے) ٹھہرو ! یہ گن کا بندی ہے اس کے اپرادھ کا ترنیہ بھی گن پنچایت ہی کر سکتی ہے !

ساریکا :- اس سے پوچھئے کہ یہ کون ہے !

رُودر (ترشول تان کر) تم کون ہو ؟

پردیسی (ڈر کر) نا - نا - نا

کیشپ :- تم اپنا ترشول ہٹاؤ رُودر ! یہ گھائل آدمی بھاگ سکتا نہیں !

(رُودر ہٹ جاتا ہے کیشپ کچھ دیر چپ چاپ اس کی طرف گھور سے دیکھتے رہتے ہیں - پردیسی ڈرا ہوا سا چاروں طرف تاکتا رہتا ہے -)

کیشپ (کچھ نرمی سے) تمہارا نام کیا ہے ؟ نام ...

پردیسی (کچھ کچھ بات سمجھتے ہوئے سر ہلاتے ہوئے) نام ... نام ہے اندر راست !

کیشپ :- تمہارا نام اندر ہے ؟

پردیسی :- ہام پدر ڈ !
گیشپ (حیرانی سے) ہیں ! پدر ! ..... تم کس استھان کے باسی ہو ؟
پردیسی :- (دوہراتے ہوئے) آستان . پاش ! ... از بہشت ایران مے باشی
گیشپ :- تم بھو اچھت آریہ مان ۔ سورگ کے رہنے والے ہو ؟
پردیسی :- ہاں محترم !
گیشپ :- تم کس کُل کے جن ہو !
پردیسی (سوچتے ہوئے) کُل ... قبیلہ ... از قبیلۂ دیو ہستم ۔
گیشپ (حیرانی سے) آریہ مان کا دیو ! ... یہاں کیوں لئے آئے ہو ؟
پردیسی :- آفت زدہ ہستم ۔
گیشپ :- آپدہ گرہستم ! کیا آپدہ آئی ہے تم پر ؟
پردیسی :- آہور ہرناکھ آتش زد کرد بہشت مارا ۔
گیشپ :- اسُر ہرناکشیپ نے تمہارے بہشت کو جلا ڈالا
پردیسی :- ہاں محترم !
گیشپ :- (سب کی طرف) مکھیا جنوں ! یہ آدمی آریہ

مان سُورگ کا رہنے والا ہے دیو ہے اور
کہتا ہے کہ اِن کی بستی بہشت کو ہرناکھیہ نام
کے اسُر نے جلا ڈالا ہے۔ اس لئے یہ آپد
کا مارا یہاں آیا ہے۔ اب آپ لوگ اس
کے بارے میں اپنا مت دیں!

(سب چُپ رہتے ہیں)

رُودر :۔ (چپی توڑتے ہوئے) اِس نے ہمارے گن کے
لوگوں کو گھائل کیا ہے۔ اس لئے اسے موت
کا ڈنڈ دیا جائے!

کیشپا :۔ پرنتو آریہ مان کے دیو ہمارے اپنے بھائی
بندھو ہیں اس لئے اسے مارنا پاپ ہے

رُودر :۔ آریہ مان کے دیو ہمارے بھائی بند؟

کیشپ :۔ ہاں! ہم کاشر آریوں کا یہ گن ایک دن
دیوگن سے بچھڑ کر ہی یہاں آیا تھا۔

تاتری :۔ مگر اِس کی بولی تک ہم سے نہیں ملتی؟

کیشپا :۔ بس پیڑھی پہلے بچھڑے لوگوں کی بھاشا میں
تھوڑا بہت انتر تو آ ہی جاتا ہے پرنتو مجھے
اُس کی بھاشا سمجھنے میں کوئی کٹھنائی نہیں آتی

رُودر :۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شترو ہمیں دھوکا دینے کے

سے رٹی رٹائی بے تحاشا بول رہا ہو ؟

کیشپ :- اسے دیکھ کر تو ایسا پرتیت نہیں ہوتا۔ تو بھی ہمیں چوکس رہنا چاہیے !

شاریکا :- اگر یہ شترو ہوا تو اس کے ساتھ اور شبہ ہی اور ساتھی بھی ہوں گے !

کیشپ :- (نندی اور کاک سے) جاؤ سب ششتر دھاری بھٹوں سے کہہ دو کہ تمام راستوں پر چوکسی سے پہرہ دیں ! اور سشیگھر سینا پتی 'ورن' کو ہمارے پاس بھیج دو !

(نندی اور کاک پرنام کر کے چلے جاتے ہیں)

شاریکا :- اس کی یہ گٹھڑی تو کھول کر دیکھی جائے ؟

کیشپ :- (تانترے سے) تم دیکھو اس میں کیا ہے !

(تانترے گٹھڑی اٹھانے لگتا ہے پردیسی گھبرا کر اس کے ہاتھ سے گٹھڑی چھین کر اپنی چھاتی سے تھام لیتا ہے۔ اندر غصہ میں ترشول تان کر آگے بڑھتا ہے۔ ڈر سے پردیسی کی پکڑ ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ تانترے گٹھڑی کھول کر دیکھتا ہے۔ چند بھوج پتر اور کسی دھات کے ٹکڑے نکال کر سب کو دکھاتا ہے)

کیشپ :- (تانترے کے ہاتھ سے ٹکڑے لیکر دیکھتے ہوئے)
یہ تو پتھر ہے مگر یہ دوسری کوئی بھاری دھات
معلوم ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پرنتو یہ تانبہ تو
نہیں ہو سکتا !

دھر :- تب پیھر اسی سے پوچھیئے کہ یہ کیا وستو
ہے !

کیشپ :- (اندر سے) دیو اندر یہ کیا وستو ہے ؟

پردیسی :- ایک کراماتی دھات استی !

کیشپ :- کیسی کریامتی دھات ؟ کیا کریا ہے اس
میں ؟

پردیسی رشی کے ہاتھ سے پتھر اور دھات
کے دو ٹکڑے لے کر سب کے سامنے
ایک دوسرے پر زور سے مارتا ہے
اور آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں جو پردیسی
کے ہاتھ میں پڑے برودے پر
سلگنے لگتی ہیں۔ سب حیرانی سے دیکھتے
ہیں)

دھر :- (خوش ہو کر) ہو ما پتھر میں سے آگ !

تانترے :- خوب چمتکار !

پردیسی دھات کا ٹکڑا لے کر پاس پڑے
پتھر پر مارتا ہے اور پتھر کے کئی ٹکڑے
ہو جاتے ہیں ؟

شاریکا :۔ یہ دھات تو پتھر کو بھی توڑ سکتی ہے !
کاٹ سکتی ہے !

رُودر :۔ (جوش میں آکر) آپ لوگ اس جادو دھاری کے
چکمے میں مت آیئں ! یہ دُشمن بھی ہو سکتا ہے
ایسے شکتی شالی شترو کو ابھی کچل دینا چاہئیے !

کیشپ :۔ نہیں ! اس کا جیت رہنا اب اس لئے بھی
ضروری ہے کہ ہمیں اس نئی دھاتو کا بھید
مل جائے ۔ تاکہ ہمارا پربت کاٹنے کا
کام ادھک آسان ہو جائے !

دھر :۔ پرنتو رُودر کا کہنا بھی تو جھوٹ نہیں ہے
شری مان !

شاریکا :۔ اسے کڑی نگرانی میں رکھا جانا چاہئے !

رُودر :۔ تو لایئے میں اسے کال کوٹھری میں بند
کر دوں !

کیشپ :۔ نہیں ! میں اسے اپنی درشٹی میں رکھنا ۔
چاہتا ہوں ! یہ میرے ساتھ کی کٹیا میں

رہے گا۔ اور دُھتا اپرنا سویم اس کی نگرانی رکھے گی۔! (شاریکا سے) شاریکا! تم خود اپرنا کو بلا لاؤ!

(شاریکا جاتی ہے)

رُودر:۔ اپرنا کرے گی اس کی نگرانی؟

کیشپ:۔ ہاں وہ بدھی متی لڑکی آسانی سے اُس کی بھاشا بھی سیکھ سکے گی اور اس ذہانت کا بھید بھی نکال لے گی!

رُودر:۔ مگر وہ لڑکی .....

کیشپ:۔ ہاں! اُس میں اتنی شکتی ہے کہ وہ اپنی رکھشا کرتے ہوئے اس کام کو کر سکے!

رُودر:۔ مگر آپ سوچیں تو!

کیشپ:۔ گھبراؤ مت! میں جانتا ہوں کہ تم اُسے پیار کرتے ہو! پرنتو گن کا کام سب سے اُوپر ہے! اور اسے کیول وہی کر سکتی ہے

(اسی وقت شاریکا کے ساتھ مسکراتی ہوئی
نوجوان خوبصورت لڑکی اپرنا پھولوں کے
گہنے پہنے رُودر کی طرف کنکھیوں سے
دیکھتی ہوئی داخل ہو کر رشی کے پاس

حیا کھڑی ہوتی ہے۔)

کیشپ :۔ (پیار سے) میں تمہیں ایک کٹھن کام سونپنا چاہتا ہوں بیٹی!

اپرنا :۔ (تعظیم میں جھک کر) امبا شاریکا سے سب کچھ سُن چکی ہوں۔ سب کام آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔

کیشپ :۔ (خوشی میں پیٹھ تھپکتے ہوئے) شاباش بیٹی! مجھے تم سے یہی آشا تھی۔ پرنتو ذرا ہوشیار رہ کر کام کرنا ہوگا!

اپرنا :۔ آپ نشچنت رہیں بابا!

کیشپ :۔ اچھا! تو اب آپ لوگ اپنا اپنا کام کریں (رُک کر دھرسے) دھر! تم سب تانبہ کھودنے والوں سے کہہ دو! کہ آج دُدگنی ماترہ میں تانبہ کھودیں (رُودر سے) رُودر! تم کو میں گن سکے سب نوجوانوں کا مکھیا گھوشت کرتا ہوں

(رُودر سر جھکا کر پرنام کرتا ہے)

تانترے (تلملا کر) کاشر لوگ اوشیہ اِس ان مانی سکا ورودھ کریں گے!

کیشپ :۔ (گمبھیر مسکراہٹ کے ساتھ) میرے بیٹے سدا ہمت

اور اُدم کا سواگت کرنے آئے ہیں! .....
پھر بھی سب کی سہمتی کے لیے اس یوجنا
کو گن پنچایتن کی کھلی بیٹھک میں پیش کیا
جائے گا۔ (دھُر سے) دھر! تم کل ہی گن سبھا
بلانے کا پربندھ کر دو! ... (شاریکا کے
کندھے پر ہاتھ رکھ کر جاتے ہوئے) اچھا! آکاش
کے دیوتا تم سب کی سہایتا کریں!

کیشپ شاریکا کے ساتھ دھیرے دھیرے
اُٹھی ٹیکتے نکل جاتے ہیں ... دھر اور
تانترے ایک دوسرے کو گھورتے
اور بڑبڑاتے ہوئے دوسری طرف چلے
جاتے ہیں۔ رُودر پردیسی کی طرف اور اپرنا
رُدر کی جانب ایک ٹک تاکتے ہوئے
کچھ دیر کھڑے رہتے ہیں۔

اپرنا :- (شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ) ایسے اس طرح کیوں
گھور رہے ہو؟ یہ اب میری رکھشا میں ہے!
رُودر :- (غصہ میں) ہوں! (کہہ کر تیزی سے
چلا جاتا ہے!)
کچھ دیر جاتے رُودر کی طرف دیکھتی رہ کر

گہری گہری سانس چھوڑتے ہوئے پردیسی
کی طرف مڑتی ہے جو کہ اپنے جسم کے
زخموں کا خون پونچھ رہا ہوتا ہے)

اپرنا :۔ پردیسی ! یہ کیا ہوا ؟

پردیسی (اشارہ سمجھ کے) زخم ! خون !

اپرنا :۔ (سمجھاکر) خون نہیں ! شون کہو ! شون

پردیسی :۔ (دہراتے ہوئے) خون ۔۔۔ شون ۔۔۔ خون ۔۔۔ شون

(پیالے میں پانی بھر کر اندر کے زخموں کا
خون دھونے لگتی ہے۔ پردیسی چپ چاپ
اُس کے منہ کی طرف دیکھتا رہتا ہے اُس
کے چہرے پر درد کے آثار ابھرتے
مٹتے سے معلوم ہوتے ہیں)

اپرنا :۔ (پردیسی کا ہاتھ چھو کر) یہ کیا ہے ؟

پردیسی (رُک رُک کر) اِیں ۔۔۔۔ دست ام

اپرنا :۔ (سکھاتے ہوئے) دست نہیں ۔۔۔ ہست کہو ! ہاتھ

پردیسی :۔ (اُسی طرح دوہراتے ہوئے) دست ۔۔۔ ہست ۔۔۔ ہاتھ !

(کچھ دیر مسکرا کر ہمت سے اپرنا کے بازو کی طرف

اشارہ کرکے) ایں چہ است ؟

اپرنا :- (سمجھ کر) یہ باہو ہے - باہو !

پردیسی :- (حیرانی سے) کمال مشابہت ! خون شون ... دست .... ہست .... بازو .... باہو (ہنستا ہے)

اپرنا :- (کچھ اور لفظ دہراتے ہوئے اور اشاروں سے دکھاتے ہوئے) یہ پاد ہے .... یہ شر ہے .... یہ جانو ہے .... یہ انگل ہے !

پردیسی :- پا ... پاد ... سر ... شر ... زانو ... جانو ... انگشت ... انگل -

(کھل کھلا کر ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے۔ اپرنا اس کی طرف مسکراتی ہوئی دیکھتی رہتی ہے)

اپرنا :- (اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے) آؤ میرے ساتھ !

(دونوں چلے جاتے ہیں)

پردہ

دوسرا سین

(صبح سویرے ستی نہر کے کنارے ایک ڈیل دار درخت کے نیچے بیٹھا ہوا رُدر پتھر پر اپنا ترشول تیز کر رہا ہے اسی وقت رتی کاتنے کے ڈھیرے پر رتی کاتتے ہوئے تانترے داخل ہوتا ہے۔)

تانترے:- (رُدر کو دیکھ کر پکارتے ہوئے) ارے رُدر! تم کب آئے! کیسا رہا تمہارا گن گوتروں میں گھومنا؟

رُدر:- (اٹھ کر) نمسکار چچا! کل رات ہی واپس لوٹا ہوں۔ ہر طرف کُل پتی کی پوجا کو خوب سواگت ہوا ہے!

سب لوگ پورے جوش کے ساتھ تیاری کر رہے ہیں

تانترے :۔ (افسوس میں) سب مورکھ ہیں! انت میں سب ہی کو پچھتانا پڑے گا!

رُودر :۔ (جھڑک کر) کچھ بھی ہو چچا! اب اس سب کی بھلائی کے کام کا ورُودھ کرنا آپ کو شوبھا نہیں دیتا۔ جبکہ سب کاشتروں نے ایک مت ہو کر مان لیا ہے!

تانترے :۔ (افسوس میں) مجھے دُکھ ہے کہ تم سا سمجھدار نوجوان بھی ایک سپنے کے پیچھے بھاگ رہا ہے!

رُودر :۔ (وشواس کے ساتھ) ہم اسی بستی سر کو خالی کر کے سورگ سے بھی سُندر اور اُپجاؤ دھرتی کو حاصل کر کے ہی دم لیں گے! کاشتروں کا یہ سپنا اوشیہ پورا ہو کر رہے گا!

تانترے (چڑھ کر) کاشتر جنتا پتھروں سے سر پھوڑ پھوڑ کر مر جائے گی۔ مگر کچھ ہاتھ نہ آئے گا!

رُودر :۔ (بھڑک کر) آپ کی ان نقرتی باتوں کو ساری جنتا ٹھکرا چکی ہے۔ پھر بھی آپ ورُودھ کرنے سے نہیں چوکتے تو یہ اپرادھ ہے پاپ ہے!

تانترے:- میں آخری دم تک اس نامکن یوجنا کا
ورودھ کرتا رہوں گا!

رودر:- (غصہ میں) گن ودھان میں اس پاپ کا دنڈ
صرف موت ہے!

تانترے:- (غصہ میں چیخ کر) تم میرا! ایک مکھیا کا اپمان
کرتے ہو!

رودر:- اگر آپ نے بھلائی کے کاموں کا ورودھ کرنا
جاری رکھا تو ہماری گن راشٹر پرجا آپ کو اپمانت
کرے گی!

تانترے (غصہ میں کانپتے ہوئے) مورکھ لڑکے! اگر نیا
گن بن جاتا تو میں خود گن پتی بن کر تمہیں اس
کا سینا پتی بناتا! مگر تم!- تمہاری جو مرضی
ہو کرو!

(کہہ کر تیزی سے چلا جاتا ہے)

رودر:- (جوش میں ترشول تان کر پھر رکتے ہوئے نفرت سے)
چھی! سوارتھی! جن شترو!

ٹھیک اسی وقت موٹا نگڑا مگر بھولا بھالا
نندی، اروی آواز میں بڑبڑاتے اور بار
بار رستو پھانکتے ہوئے داخل ہوتا ہے

اُس کا لباس عجیب و غریب اور صورت
ہنسانے والی ہے)

ننڈی:۔ (رُودر کے لفظ دُہراتے ہوئے) ہاں! پنچ! سوار تھی
... جن شترُو کہیں کی!

رُودر:۔ (ننڈی کی طرف دیکھ کر) کیوں؟ کیا ہوا ننڈی
رونے کیوں ہو؟

ننڈی:۔ (اپنے آپ ہی بڑبڑاتے ہوئے) ہوں! بڑی
آئی مجھے ستانے والی! پچھونادر کہیں کی! بنی
بیٹھی ہے۔ رسوئی گھر کی مالکن!

رودر:۔ بتاؤ تو کون ستاتی ہے تمہیں؟

ننڈی:۔ (رو کر) وہی تمہاری لاڈلی اپرنا! اور کون

رودر (ہنس کر) کیا کیا اُس نے؟

ننڈی (سنو سپانک کر) کھانے کو ہنی دیتی اور کیا!

رودر:۔ ارے! تم کھا تو رہے ہو!

ننڈی:۔ لو! جو کوئی بھی آتا ... ایں بیچارے ننڈی
پر ہی برستا! پہلے دس بوجھا گھاس کٹوایا پھر
بچھڑوں کو پانی پلایا۔ پھر گوشالہ کا گوبر بھی صاف
کروایا اور کھانے کو مانگا تو دیتے ہیں یہ چار
چلوے بھر ستو!

رُودر:۔ کیوں بھلا ؟
نندی (اپرنا کی نقل کرتے ہوئے) کہتی ہے . . . اب سب ہی کو اتنا ہی کھانا مِلا کرے گا
رُودر:۔ مگر کیوں ؟
نندی:۔ (اُسی لہجہ میں) گن کا سارا اناج سنبھال کر رکھدیا گیا ہے۔ تاکہ پہاڑ کاٹنے کا کام کرتے وقت کام لے والوں کو لگاتار بھوجن مِلتا رہے !
رُودر:۔ بات تو ٹھیک بھی ہے نندی ! ہمارے پاس جتنا کچھ اناج ہے اُسے سوچ سمجھ کر ڈھنگ سے ہی خرچ کرنا ہوگا۔ نہیں تو اتنے بڑے کام میں روکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے !
نندی:۔ لو! جو کوئی بھی آتا بس اِس غریب نندی پر ہی برستا ! تم بھی اُسی کی ہانکنے لگے ! تو کیا بھوکے رہ کر کام کرنا ہوگا ؟
رُودر:۔ (ہنس کر) ارے نہیں ! ایک آدمی کا پیٹ بھرنے کے لیے چار پلے اناج کافی ہے . . . مگر ہاں ! تمہارا پیٹ کچھ بڑا ہے اِس لیے تھوڑا بہت شاک پات چر لیا کرو !
نندی:۔ لو! جو کوئی بھی آتا اِس غریب نندی پر

ہی برستا : تم بھی مجھے بیل کہنے لگے ؟

رُودر :- جو تمہیں بیل کہے اُس کا سر پھوڑ دوں ! مگر
سب کی بھلائی کے کام میں تھوڑی بہت تنگی
بھی سہنا پڑے تو ہمیں تیار رہنا چاہئے۔

نندی :- تو میں کب انکار کرتا ہوں ! مگر مجھے یہ
لڑکی بالکل اچھی نہیں لگتی !

رُودر :- پرنتو کیوں ؟

نندی :- ارے پوچھتے ہو کیوں ؟ کل تک تو تمہارے
پیچھے بھاگتی پھرتی تھی۔ اور آج اُس پردیسی
کے ساتھ لٹو بنی گھومتی ہے۔

رُودر :- (اُداس ہو کر) چپ رہو متر ! اب میرے سامنے
اُن باتوں کو مت چھیڑو !

نندی :- (بڑبڑاتے ہوئے) مگر وہ بڑی آنکھوں والا ہے
بڑا چالاک ! اتنے تھوڑے دنوں میں ہماری
بولی بھی سیکھ لی۔ اور اپنی چکنی چپڑی باتوں
سے سب کے من بھی موہ لیے !

رُودر :- ہونے دو ہمیں کیا !

نندی :- (رُودر کو مخاطب کر کے) ارے تم نے نہیں سنا؟
پورن ماشی کو اُسے گن میں شامل کرنے کے

لئے براتیہ یگیہ کیا جا رہا ہے! (نفرت سے) گاؤں کے لوگوں کو ساتھ لے جا کر بیس ہتھیار نئی دھات لوہا کیا لے آیا کہ سب ہی اُس پر لٹو ہو گئے!

رُودر (چڑھ کر) ہونے دو! ہی کیا۔

نندی:۔ ارے اوہ باؤل دن بھر تمہاری اُس رنگین چڑیا کے ساتھ گیت گاتا پھرے اور تمہیں کچھ ہے ہی نہیں؟ میں کہتا ہوں اب بھی اُس سے ملتے جلتے رہا کرو۔۔۔ نہیں تو بکھر ہو جائے گی! ہاں!

رُودر:۔ (غصہ میں) میں کہتا ہوں چپ رہو! میرے سامنے اُن بنچکوں کی بات مت چھیڑو!

نندی:۔ (تیز ہو کر) کوئی ایرا غیرا تمہاری منگیتر کے ساتھ آنکھ لڑاتا پھرے اور میں چپ بیٹھا رہوں!

رُودر:۔ (چیخ کر) ایشور کے لئے یہاں سے چلے جاؤ!

نندی:۔ (رو کر) جو کوئی بھی آتا اس بھولے نندی پر ہی برستا! تم اتنے دنوں بعد سے باہر تھے اسی لئے بات کہنی پڑی۔۔۔ نہیں تو مجھے۔۔۔

رُودر:۔ (دکھ سے) اچھا! اچھا۔۔۔ چلے جاؤ اب!

نندی :۔ (ڈٹ کر) جاؤں کیسے ؟ میں نے یہ بات تو تمہیں بتائی ہی نہیں ۔ ۔ ۔ کہ گرو مہارشی نے پروہت دھر کو شترو براہمنوں کے ساتھ صلح سندھی کرنے بارہ لئے بھیج دیا ہے !

رُودر :۔ (حیرانی سے) ارے کہتے کیا ہو ! وہ جنگلی تو اسے مار کر کھا جائیں گے !

نندی :۔ (دبی آواز میں) ارے دھیرے بولو ! یہ بات گپت رکھی گئی ہے ! اُن شترؤں کے کھانے کے لیے ایک ناؤ بھر کر بھیڑیں اور بیل بھی بھینٹ کے روپ میں ساتھ بھیجے گئے ہیں

رُودر :۔ (چونک کر) تب تو وہ نیچ اُدشیہ ہیں ہی کمزوری سمجھ کر پروہت کو مار ڈالیں گے !

نندی :۔ ارے نہیں ! پروہت کی رکھیا کے لیے سینا پتی ورُن بھی اپنے ایک سو سپاہیوں کے ساتھ گئے ہیں ۔ پرنتو اُن سے کہا گیا ہے کہ تب تک پتن تاپو میں ہی بیٹھیں جب تک کوئی خطرہ سامنے نہ آئے !

رُودر :۔ یہ تو اور بھی ہانی کی بات ہے ! جب تک کوئی پروہت کی مدد کو پہونچے گا تب تک تو بیری اپنا کام کر چکے ہوں گے !

نندی :- ارے یہی تو بے چارا بڑوہت بھی کہتا تھا مگر اس پردیسی اندر نے کسی کی ایک بھی نہ چلنے دی! کہتا تھا۔ کہ جب دوستی کرنا ہے تو ڈر کیسا!
اور یہ مکھ پتی ہیں کہ بس اُسی کی مانتے ہیں!

رُودر (دُکھی ہو کر) پتا نہیں کیا ہو گیا ہے ان سب کو!

نندی: مگر یہ سب چالاکی اُسی چھوکری کی ہے! اندر خود جانے کو تیار ہوا تو کہنے لگی یہ باہر کا آدمی اُن کی بولی بھی نہیں جانتا! اس لئے کسی دوسرے انجی کو بھیجا جائے! میں کہتا ہوں یہ چھوکری پوری ناگن ہے ناگن!

رُودر:- (ہونٹ چبا کر) میرے ترشول میں ان سب شتروں سے نپٹنے کی طاقت ہے! (نندی سے) اچھا تم چلے جاؤ یہاں سے!

نندی (روکر) ہوں! جو کوئی بھی آتا۔ اس بے چارے نندی پر ہی برستا.... اچھا میں ہی چلا جاتا ہوں! (غصہ میں چلا جاتا ہے)

(نندی کے چلے جانے پر رُدر اکیلا پریشانی کی حالت میں اِدھر اُدھر چکر کاٹنے لگتا ہے پھر درخت کے پتے توڑ کر پاؤں سے مسل ڈالتا ہے۔ اسی وقت کاک بھٹ داخل

ہو کر نمسکار کر کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے)

کاک (رودر سے) آریہ رودر! دتا ترے گوتم سے دو ہزار لکڑی کے ہلتھے آ گئے ہیں: انہیں کہاں رکھا جائے!

رودر:- (رکھائی سے) میں کچھ نہیں جانتا، جاؤ کل پتی سے ہی پوچھ لو!

کاک:- اور مگادہن گوتم کے ہتھیار بنانے والے جو ایک سو کرمکار آئے ہیں انہیں کہاں ٹھہرایا جائے

رودر (غصہ میں ڈانٹ کر) کہہ جو دیا کہ میں کچھ نہیں جانتا جاؤ کل پتی سے پوچھو یا اُن کے پیارے اِس اندر سے پوچھ لو!

(کاک چپ چاپ ڈرا ہوا سا چلا جاتا ہے اور رودر اسی طرح پریشان سا ٹہلتے ہوئے زمین کھودنے لگتا ہے اسی وقت مسکراتی ہوئی اپرنا داخل ہو کر اُس کے سامنے آ کھڑی ہو جاتی ہے مگر بوکھلایا ہوا سا رودر دوسری طرف منہ پھیر لیتا ہے)

اپرنا:- کیوں کیا بات ہے رودر؟ آج کل تم دکھائی بھی نہیں دیتے؟

رُودر (رُکھائی سے) مجھے اپنے کاموں سے فرصت نہیں

اپرنا (گلہ کرتے ہوئے) ہاں! جی ہاں! آپ تم پوجنا کے مُکھیا جو بن گئے! اب بھلا ایک معمولی لڑکی سے ملنے کی فرصت کہاں...؟

رُودر۔ اب مجھ سے ملنے کی چاہت ہی کیسے ہے؟

اپرنا۔ کیا مطلب بدھو؟

رُودر (تیکھی آواز میں) مطلب تم اپنے دل سے پوچھو! یا پھر اپنے اُس پردیسی پیا سے پوچھ لینا!

اپرنا۔ (ہنس کر) اوہ! تو تم اب بھی اُس پر ناراض ہو؟ اب تو گاؤں پنچایت نے بھی اُسے کاریگر مان لیا!

رُودر۔ (چبھتی آواز میں) چلو تمہارے دل کی مراد پوری ہوئی! اب تو خوش ہو گئیں؟

اپرنا۔ (خوش) خوش تو سب کوئی ہے! اُس نے ہم جیسے دیہات کی کہاں ہیں دکھا دی! دھنش بان بنانا اور چلانا سکھایا! کتنی شکتی ملی ہے اُس کے آنے سے ہم سب کو؟ کیا تم نے خود اپنے دل میں بنا نہ کیا سوچا؟

رُودر۔ تم نے تو جان لیا!

اپرنا۔ (مسکراتی ہوئی) ہاں! مجھے تو اُس نے سب کچھ

کا بتایا ہے! اپنے سورگ میں وہ دیو سینا کا سیناپتی تھا! . . . . ایک دن جب دیو گن کے لوگ اپنے ناچ رنگوں میں مست تھے۔ تو اچانک دانون نے حملہ کر کے نگری میں آگ لگا دی!

رُودر:۔ اوہو!

اپرنا:۔ (اُسی انداز میں) رات کے اندھکار میں بہت سے دیو مارے گئے۔ اور باقی نے ہار مان لی! یہ بے چارہ جیسے کیسے . . . .

رُودر:۔ (بات کاٹ کر) بھاگ نکلا . . . جس سینا کا ایسا بہادر سیناپتی ہو اُسے تو ہارنا ہی تھا!

اپرنا:۔ نہیں! تم نہیں جانتے! پہلے اسی اندر نے اُن دشمنوں کو دس بار پچھاڑا تھا۔ اسی ابھیمان میں چُور دیو گن کے لوگ بھوگ بلاسوں میں اتنے ڈوب چکے تھے۔ کہ اس اچانک حملہ کی تاب نہ لا سکے۔

رُودر:۔ اسی لئے یہ بے چارہ اپنی جان بچانے وہاں سے بھاگ نکلا!

اپرنا:۔ جان بچانے کے لئے نہیں! پھر سے طاقت اکٹھی کر کے اپنے دیش کو دشمنوں سے آزاد کروانے کے لئے!

روُدر: اچھا! تب؟

اپرنا: تب بے چارہ مہینوں بن پربتوں میں ٹھوکریں کھاتا بھٹکتا پھرا۔۔۔ مگر بھاگیہ کی بات دیکھو! یہاں سے ایک سو کوس پیچھے اسے وہ جوالا مکھی پربت دکھائی دیا۔ جس سے نکلنے والا لاوہ ٹھنڈا ہو کر لوہا بن رہا تھا! ۔۔۔ اے ایشور! اکیلا آدمی کیسے بھٹکتا ہو گا!

روُدر: اب تو دُور ہوا اس کا اکیلا پن؟

اپرنا: ہاں! ۔۔۔ یہ بھی بھاگیہ کی بات سمجھو کہ کل پتی وہاں پہنچے۔۔۔ نہیں تو تم نے اُسے مار ہی ڈالا ہوتا!

روُدر: (کڑھ کر) اچھا! انہوں نے بھگایا تھا تم کو؟

اپرنا: ہاں! کہتا تھا۔ گن کے سب جوانوں میں سے مجھے روُدر ہی سب سے اچھا لگتا۔۔۔ مگر۔۔۔

روُدر: مگر کیا؟

اپرنا: یہی کہ سچا ویر بہادر ہوتے ہوئے بھی کرودھی بہت ہے!

روُدر: (جھنجھلا کر) تم نے کیا کہا؟

اپرنا: میں نے بھی کہہ دیا کہ بات سچ ہے! مجھ سے بھی بات بات۔۔۔ پر روٹھ پڑتا ہے مگر تو۔۔۔

رُودر:۔ پرنتو کیا ؟

اپرنا:۔ (مسکراتے ہوئے) یہی کہ کرودھی ہونے ہوتے بھی ۔۔۔ اتنا کومل اور دیالو ہے کہ جیسے آکاش کا سُورج ! سدا سب کی بھلائی کے لیے اپنی جان جلانے والا ۔ !

رُودر:۔ (پگھل کر) اپرنا !

اپرنا:۔ سچ کہتی ہوں رودر ! مجھے تمہارا یہ کرودھ بھی بہت پیارا لگتا ہے ! اسی لیے تو کُل پتی نے تمہارا نام سب دُکھوں کو دور کرنے والا ۔۔۔ رُودر رکھا !

رُودر:۔ اپرنا ! سچ مچ تمہارے اس روپ جوبن اور چتورائی نے مجھے پاگل بنا دیا ہے !

اپرنا:۔ (جھوٹا افسوس کرتے ہوئے) اوہو ! یہ تو بہت بُری بات ہے ۔ کہ تم میرے کارن پاگل ہوئے جاتے ہو ۔

رُودر:۔ ہاں اگر یہی حالت رہی تو بس سب کام دھام چھوڑ تمہاری کٹیا کے سامنے ڈیرہ جما لوں گا !

اپرنا (شرما کر) ہٹ ! سب لوگ کیا کہیں گے ؟

رُودر:۔ پھر تم بابا سے کہہ کیوں نہیں دیتیں کہ مجھے رُودر سے بیاہ کرنا ہے ؟

اپرنا (دُکھی ہو کر) کرنا ہوتا ۔ تب کہہ دیتی ! مگر ۔ ۔ ۔

رودر :۔ (چونک کر) کیا مطلب ؟

اپرنا :۔ یہی کہ ہم نے بیاہ نہ کرنے کی پرتگیا کرلی ہے !

رُودر :۔ (حیران ہو کر) ہتی کیا ہو اپرنا ؟

اپرنا :۔ سچ کہتی ہوں رُودر ! میرے ساتھ دوسرا تین سو کاشر لڑکیوں نے بھی بوا " شاریکا " کے سامنے سوگندھ کھائی ہے کہ جب تک ہمارے پاس کافی بھوجن نہیں ہو جاتی ــــ ہم بیاہ نہیں کریں گی ۔

رُودر :۔ (بھڑک کر) یہ گن دھرم کے خلاف ہے ! گن کو سدا سنتانوں کی آوشیکتا ہے !

اپرنا :۔ بے شک ! مگر سنتانوں کا پیٹ بھرنے کے لیے بھوجن کی ضرورت ہے ۔ جو آج ہمارے پاس نہیں ہے !

رودر :۔ تمہیں ہو کیا گیا ہے اپرنا ؟

اپرنا :۔ بھوکی اور کمزور پرجا پیدا کرنے سے نہ کرنا ہی بہتر ہے !

رُودر :۔ عجیب بات ہے !

اپرنا :۔ بالکل سیدھی سی بات ہے ؛ بیاہ کرنے سے پہلے ہمیں کاشمیر پراجکٹ یوجنا کو پورا کرنا ہو گا ۔ (ہنس کر) میں تمہیں یہی بتانے تو آئی ہوں ... کہ کام کرنے والوں میں تین سو کاشر کماریوں کے نام بھی شامل کرلو !

رُودر:۔ لڑکیاں پہاڑ کاٹنے کا کام کریں گی ؟ یہ کبھی نہیں
ہو سکتا !

اپرنا:۔ (بھڑک کر) ہو کیوں نہیں سکتا ؟ کیا ہم کسی سے کمزور
ہیں ؟ یا ہم ناریوں کو اپنے گن کی سیوا کرنے
کا ادھیکار نہیں ہے ؟

رُودر (ہار کر) کل پتی ایسا کرنے کی آگیا نہیں دیں گے !

اپرنا:۔ پنچایت نے تو مان بھی لیا ہے !

رُودر:۔ اور کل پتی نے ؟

اپرنا:۔ کل پتی نے تو خود گھوشنا کر دی ہے کہ جو لڑکے
لڑکیاں پراجکت پر بڑھ چڑھ کر کام کریں گے . . .
یوجنا سپھل ہونے پر انہیں اپنی مرضی سے بیاہ
کرنے کا ادھیکار ہوگا !

رُودر:۔ (جوش میں) اپرنا ! میں نہیں پاتے کے لیے موت
سے ہوڑ لگا دوں گا !

اپرنا:۔ (رُودر کو روکتے ہوئے) چُپ رہو ! کوئی ایسا
بھی کہتے ہیں ؟

نندی:۔ (اچانک داخل ہو کر) کہتے کیوں نہیں ! اگر اب
بھی مجھے پیٹ بھر کر بھوجن نہ ملا تو میں سب
سے کہہ دوں گا ! ہاں !

رُودر:۔ (پیچھے ہٹ کر) کیا کہہ دے گا ؟ سب سے ؟

نندی (اکڑ کر) یہی کہ تم دونوں چھُپ چھُپ کر بیاہ

کی باتیں کرتے ہو!

اپرنا:۔ (شرما کر بھاگتے ہوئے) دھت تیرے کی! بدشگون بیل کہیں کا!

نندی (اپرنا کے چلے جانے پر روتی آواز میں) دیکھ لو! اب تمہارے سامنے ہی کیا کہہ گئی! جو کوئی بھی آتا اس بیچارے نندی پر ہی برستا!

رُودر: (جاتے جاتے گھبراہٹ میں) ارے مجھے کتنا کام کرنا باقی ہے! نندی! تم جلدی جا کر کاک بھٹ کو میرے پاس بھیج دو! (تیزی سے نکل جاتا ہے)

نندی:۔ (رودر کے چلے جانے پر) لو! جو کوئی بھی آتا اس بیچارے نندی پر ہی برستا! اور میرے کھیجن کی بات؟ کوئی نہیں پوچھتا!۔۔۔۔ (چاروں طرف دیکھ کر) اچھا میں بھی جاتا ہوں۔

(چلا جاتا ہے)

پردہ

تیسرا سین

رات کا وقت۔ باہر بادلوں کے آثار۔ یگیہ شالہ میں کھڑکی کے پاس کھڑا اندر ایک درد بھرا گیت گا رہا ہے۔ اُس کی نظریں رہ رہ کر چمکتی بجلی کی روشنی میں دکھائی دینے والے برفانی پہاڑوں کے اُس پار کچھ ڈھونڈھتی ہوئی سی تاک رہی ہیں۔ وہ اب پہلے سے زیادہ خوبصورت صحت مند معلوم ہوتا ہے۔ جلتے دیپکوں کے پرکاش میں سامنے دیوار پر ستی سر کا خاکہ اور اُس کے نیچے چبوترے پر کاشمیر پراجیکٹ کا بڑا سا ماڈل پڑا ہوا ہے۔ گیت کا آخری

بند ختم ہونے سے پہلے مسکراتی ہوئی اپرنا
داخل ہو کر اُس کے پیچھے جا کھڑی ہوتی ہے
اور خود بھی گیت کی لہروں میں ڈوب جاتی
ہے۔ مگر اندر اپنے خیالوں میں اس قدر مست
ہے کہ اُسے پتہ تک نہیں چلتا

گیت

او میرے محبوب وطن
او میرے دِلدار وطن
آہ کہ تجھ سے دُور ہوں میں
قسمت سے مجبور ہوں میں
چھوٹ سکا نہ چھوٹے گا
تجھ سے میرا پیار وطن

تو ہے میرے دل کی دھڑکن
تو اِن سانسوں کی سرگم
نور ہے میری آنکھوں کا
تو میرا گلزار وطن

نغمہ سرا بُلبل کی قسم
رنگیں موسم گل کی قسم

شوخیٔ شام و سحر کی قسم
تجھ پہ جاں نثار وطن

اپرنا:۔ (گیت ختم ہونے پر کچھ دیر بعد چپی توڑتے ہوئے)
پردیسی!

اندر:۔ (ڈر کر کمرے تیر نکالتے ہوئے) کون!

اپرنا:۔ (کھلکھلا کر ہنستے ہوئے) بس! ڈر گئے؟

اندر:۔ (مسکرا کر بات بدلتے ہوئے مخصوص انداز میں) تمہاری مدھر
آواز سن کر ... ایک بجلی سی کوند جاتی ہے ۔ ۔
میرے تن بدن میں۔

اپرنا:۔ (ہمدردی سے) اب تک سو نہیں سکے! اپنے دیش
کی یاد ستاتی ہے کیا؟

اندر:۔ (رک کر) وطن بہشت کی یاد کس کو نہیں ستاتی!
مگر میں سوچتا ہوں اب کچھ ... ...
مکمل ہو جانے پر منصوبہ پر کیپٹ کلست ... ...
دنیا میں بن جائے گا ایک ایسا نیا بہشت
کہ جو ہوگا کہیں زیادہ زرخیز و خوبصورت دیوتاؤں
کے پرانے بہشت سے!

اپرنا:۔ (خوش ہو کر) سچ سچ تمہیں وشواس ہے کہ ہمارا پراجکٹ
پورن ہو جائے گا؟

اندر:۔ (جذبات کے جوش میں) جس پراجکٹ پر کام کرنے
کو تیار ہو ... تم سی خوبصورت حسینہ ... وہ

بھلا کیوں مکتی نہ ہوگا ؟

اپرنا:۔ (جھڑک کر) تم ہر بات میں کویتا کرنے لگتے ہو! ——— میں تمہارے دل کی بات جاننا چاہتی ہوں ؟

اندر:۔ (آہ بھر کر) کاش! کہ تو مرا حالِ دل جان سکتی! مگر میں ٹھیک کہتا ہوں اپرنا! کہ مجھے صاف نظر آتی ہے تعبیر اُس حسین خواب کی ——— تمہاری ان نیلگوں آنکھوں میں ——— کہ جو ہوگا ایک کرشمہ انسانی ہاتھوں کا ——— خدا کی کسی خدائی میں :

اپرنا:۔ ایشور تمہیں بھی اپنے دیش کو دشمنوں سے آزاد کرانے کی شکتی دے!

اندر:۔ (تلخ لہجہ میں) دن رات عیش و آرام میں غرق قوم ——— جب تک غلامی کی ذلتیں برداشت نہ کرے ——— نہیں پہچان سکتی قدر و قیمت آزادی کی!

اپرنا:۔ عجیب منطق یہ ہے!

اندر:۔ منطق؟ منطق نہیں حقیقت ہے! ——— ایک طرف تو تم دُختران کاشیر ہو کہ جن کی خوبصورتی اور بڑپن کا راز نہاں ہے ——— اپنی سادگی اور ہمت میں ——— اور دوسری طرف میں

بہشت کی وہ حوریں کہ جن کو فرصت نہیں، ملتی رات
دن اپنے بناؤ سنگار سے دلفریبتا سے)
ہمن: اُن تتلیوں کی اولاد غلامی نہیں تو کیا پاتی؟
اپرنا: اس طرح کی باتیں کر کے تم اپنے کرتویہ سے
انکار کرنا چاہتے ہو ؟
اندر: نہیں: بالکل نہیں! ... میں اپنے فرض سے انکار
نہیں کرتا ـــــ یہاں آ کر پالیا ہے سرچشمہ
پا لئے ـــــ اس آب حیات کا کہ جس
کا ایک قطرہ بھی زندگی دے سکتا ہے مردہ
قوموں کو ـــــ
اپرنا: آج تمہارا من بے بس سا ہو رہا ہے
اندر (جذبات میں) کھلتے پھولوں کی شفاف مسکراہٹیں اور
بے لوث جانثار محبت! کس کو بے قابو نہیں کر دیتے؟
تمہاری اس رنگین جوانی کی قسم ـــــ اگر مل جائے
مجھے ان جفاکش بہادر کسانوں کی ـــــ تو
میں ایک ہی دن میں آزاد کروا سکتا ہوں سارے
ایران کو ـــــ (آہ بھر کر) مگر افسوس!
اپرنا: تم کیا یہ سمجھتے ہو کہ ـــــ اپنے بھائی بند
دیوؤں کو آزاد کرانے میں ہم کاشر تمہاری مدد نہیں
کریں گے ؟
اندر: کریں گے: ضرور کریں گے! مگر اس وقت تو درپیش

ہے اُن کے لیے ایک دُوسرا اہم مسئلہ ——
اور وہ ہے اِن مغرور پہاڑوں کا سینہ چیر کر
نئی زمین حاصل کرنا! تاکہ پھل پھول سکیں آنے والی
ہزاروں نسلیں!

اپرنا:- پرنتو یہ کام تو کئی سالوں میں پورا ہوگا۔ تب تک
کیا آریہ مان کے دیو غلامی جھیلتے رہیں گے؟

اندر:- اپنے گناہوں کا پھل سب ہی کو بھگتنا پڑتا ہے
—— مگر حد ہو رہی ہے عقل کی۔ آفتاب اُن
پاپر کینتپ کی دانائی پر —— کہ جس نے ماپ
لیا ہے ذرہ ذرہ اِس عظیم سمندر کا ——
(ماڈل دکھاتے ہوئے) دیکھو! میں نے تیار کیا ہے یہ
نمونہ رشی کی ہدایات پر!

اپرنا (حیرانی سے) اچھا! پراجیکٹ کا یہ نمونہ ایت ہی کے
انوسار تیار ہوا ہے!

اندر:- ہاں! اسٹیمیٹ کے عین مطابق! —— میرے
خیال میں پانچ سال سے زیادہ عرصہ نہیں لگے گا
اسے کامیاب بنانے میں —— تب تک
مجھے انتظار کرنا ہی ہوگا!

اپرنا:- مگر کیسے؟

اندر:- (ماڈل دکھا کر سمجھاتے ہوئے) دیکھو یہ ہے بارہ تولہ
کی وہ پہاڑی —— اس کے نیچے صرف تین

جار ہاتھ گہرا پانی ہے ۔

اپرنا :- اچھا !

اندر :- یہ کام شروع کرتا ہے اِس نیچی جگہ پر کہ یہاں دس ہاتھ مٹی کے بعد ایک سو ہاتھ گہری چٹانی تہ پڑتی ہے ۔

اپرنا :- خوب ! تم نے تو کمال کر دیا !

اندر :- یہ سب اُن پاپر کیشپ کی کھوج کا نتیجہ ہے مگر ہمیں کھدائی کرنی ہوگی ۔ صرف اِس چٹان کے آخر تک اور بس کام ختم !

اپرنا :- پرنتو اس طرح تو آدھا بھی پانی باہر نہیں نکل سکتا !

اندر :- نکلے گا ! ضرور نکلے گا ! مگر اس میں کچھ راز کی باتیں ہیں ۔

اپرنا :- وہ کیا ؟

اندر :- سنو ! اگر اتنا بڑا سمندر کھل جائے تو ایک وقت ـــــ تو ڈوب جائیں گے ترپیخ آب میں رہنے والے ـــــ اپنے ہی بھائی آریہ بھرتوں کے وہ قبیلے جو آج سے نصف صدی پہلے ہم ہی سے جدا ہو کر وہاں آباد ہوئے تھے ۔

اپرنا :- (تعجب سے) یہ تو تم نے بالکل ٹھیک سوچا !

اندر :- (اپنی بات جاری رکھتے ہوئے) اور سینکڑوں اتھاہ بڑے
پانی کے بہاؤ سے —— بہہ نکلے گی وہ زرخیز
مٹی کہ جو ماں کی طرح شیر شے کو پالتی ہے
ہم سب کو!

اپرنا :- ہے ایشور! تب تو ہم جی ہی نہیں سکتے!

اندر :- اور اگر چٹان کے نیچے کام کرتے ہوئے پھٹ
جائے نرم مٹی کی تہہ —— تو ڈوب سکتے ہیں ہم
سب کام کرنے والے لوگ بھی!

اپرنا :- اُف! کتنا بھیانک کام ہے! تب کیا ہوگا؟

اندر :- ہوگی صرف چٹان تک کٹائی —— جس سے
بہنے لگے گا دس ہاتھ گہرا پانی اپنے پورے
دباؤ کے ساتھ —— اور اسی سے کٹتی چلی جائیں
گی مٹی کی تہیں خود بخود مگر آہستہ ——
(خوش ہوکر) پس اس طرح چند ہی مہینوں میں پہاڑ
وں کے نیچے ہوگی۔ یہ سینکڑوں کوس لمبی
چوڑی حسین وادی —— یعنی وادیِ کاشمیر ——
(ہنستا ہے)

اپرنا :- (خوش ہوکر) تب تو خوب آنند بھی ہوگا!

اندر :- ہاں! جشن تو ہوگا ہی —— مگر مجھے شک ہے!

اپرنا:- کیا شنکا ہے تمہیں ؟

اندر:- یہی کہ کہیں رکاوٹ نہ بن جائے ـــ رحم دلی پیر قبیلہ کی !

اپرنا:- وہ کیوں ؟

اندر:- اس لیے کہ پدر کیشپ زور دیتے ہیں براہمن کے ساتھ صلح رکھنے کی بات پر !

اپرنا:- ٹھیک تو ہے ! وہ بھی تو انسان ہیں ـــ انہیں بھی اس پرتھوی پر ہماری طرح ہی جینے کا ادھیکار ہے !

اندر:- مگر وہ آدم خور جنگلی ان باتوں کو سمجھیں گے نہیں !

اپرنا:- پرنتو ان کے جنگل پن کی خاطر ـــ ہم کیوں اپنے دل سے دیا اور دوستی کی بھاؤنا چھوڑ دیں ؟

کیشپ:- (داخل ہوتے ہوئے) شاباش بیٹی ! تم میرے وچاروں کی سچی مورت ہو ! (دونوں کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے) میرے بچو ! میں یہی چاہتا ہوں کہ ہم منشیوں کے ہاتھوں بنی اس کاشمیر کی دھرتی - پر سب انسان مل جل کر رہیں - اور پھولیں پھلیں ! ہم سب اسی ایک ایشور کی سنتان ہیں ایک باپ کے بیٹے بھائی بھائی ہیں !

اندر (نعظیم میں جھک کر) میں قدر کرتا ہوں ! آپ کے ان
نیک خیالات کی ــــ مگر مجھے ڈر ہے کہ
ہمارے دشمن ان باتوں کو ہماری کمزوری نہ
سمجھ بیٹھیں !

ارنا :- تب تو وہ بریہ یدھ بھی چھیڑ سکتے ہیں !

کیشپ :- (دکھی ہوکر) چپ رہو ! یدھ لڑائی کی باتیں مت
چھیڑو ! میں نے اپنے جیون میں کئی یدھ دیکھے
ہیں ! ان کے گھاؤ پیرتی گھاؤ سہے ہیں ! ان سے دھرتی
کو دکھوں کے سوا کچھ نہیں ملتا !

(باہر سے بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج سنکر)
اف ! یہ آندھی ! طوفان ! ــــ پچھّو ! میرا
من آج بہت ویاکل ہو رہا ہے ! (رک کر)
'دھر' اور ورن کو آج دوپہر تک واپس آجانا چاہیئے
تھا پرنتو ! اب آدھی رات بیت چلی ــــ ہے
اِشور اب تم ہی رکھشا کرنا !

(اسی وقت آندھی کے تھپیڑوں سے
دروازہ کھلتا ہے بجلی کڑکتی ہے اور پوری
طرح پانی سے تر اور رودر ہاتھ میں ترشول
اور کندھے پر ایک بیہوش آدمی کو اٹھائے

اندر داخل ہو کر چپ چاپ سب کے
سامنے لٹا دیتا ہے۔ اور خود غصہ میں
دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑا ہو جاتا ہے)

اپرنا:۔ (گھبرا کر) رودر! یہ کون ہے؟ کیا ہوا ہے
رودر (چپ چاپ کھڑا سب کی طرف دیکھتا رہتا ہے)

کیشپ:۔ بولتے کیوں نہیں رودر؟ یہ کون ہے کیا
ہوا ہے؟

رُودر:۔ (کرودھ میں) یہ ہے آپ کی شانتی نیتی کا پھل
—— مانجھی نُبر کا بیٹا یشوپ!

اندر:۔ (حیرانی سے) مانجھی یوسف! مگر یہ تو گیا تھا ختم
دھر کے ساتھ پارہ ٹولہ —— اُن کا کیا ہوا؟

رُودر:۔ (پھیکی آواز میں) وہی جو ہونا تھا!

کیشپ:۔ (جھک کر بیہوش کی ناڑی ٹٹولتے ہوئے) یہ یہاں
کیسے پہنچا؟ اُن سب کا کیا ہوا؟

رُودر:۔ دشمنوں نے بجیتا کا سامان لوٹ کر! پروہت
کو بندی بنا لیا ہے۔ اور اماوس کی رات اُسے
دیوتا کی بلی چڑھانے والے ہیں!

اندر:۔ سردار ورن اور اُن کے بیٹوں کا کیا ہوا؟

رُودر:۔ اُن سب کو دشمنوں نے ناگ ٹاپو میں گھیر

لیا ہے اور گھمسان کی لڑائی جاری ہے!

کیشپا:- پھر یہ مانجھی یہاں کیسے پہونچا؟

رودر:- کسی طرح دشمن کے چنگل سے چھوٹ کر پھر پانی میں تیرتا ... اور دن بھر جنگلوں میں بھاگتا ابھی میری کٹیا کے دوار پر آ پہونچا— مگر بات کہتے کہتے بے سدھ ہو گیا۔

کیشپا:- (گھبراہٹ میں مانجھی کی سانس دیکھتے ہوئے) سردی سے اس کے ہونٹ نیلے پڑ گئے ہیں سارا شریر اکڑ رہا ہے (اپرنا سے) اپرنا! اسے جلدی اندر لے جاکر کمبل اوڑھا دو! اور شاریکا سے کہو کہ گرم جل سے اس کا اپچار کرے

(اندر اور اپرنا دونوں مانجھی کو اٹھا کر اندر کی طرف لے جاتے ہیں کیشپ بہت پریشانی کی حالت میں ہاتھ ملنے لگتے ہیں)

کیشپ:- (بڑبڑاتے ہوئے) اُف! میں کیا چاہتا تھا— اور کیا ہونے لگا! ہے ایشور! کیا بھلائی کا یہی پھل ہے!—

رودر:- (تیکھی آواز میں) مورکھوں اور سانپوں کے ساتھ کی گئی بھلائی کا پھل یہی ہونا تھا!

کیشپ:۔ (بے پریشانی اور گھبراہٹ میں چپ چاپ چکر کاٹنے لگتے ہیں)

اندر:۔ آپ ہی کی دیا اور مہربانی کے کارن اُن شترؤں کو یہاں ٹھہرنے کی ہمت ہوئی! ورنہ بچہ بچہ مونگتے تو جانتے ہیں کہ وہ جگہ ہماری تھی۔ یہ پرایا لوگ تو نرائن کے جنگلوں سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں!

کیشپ:۔ (اپنے آپ سے) ہاں! نہیں! ہاں اوشیہ دشمنوں پر دیا کرنی چاہئے —— نہیں تو ——

اندر (گھبراہٹ میں داخل ہوتے ہوئے) کیا ہوگا؟ اب کیا ہوگا بابا؟

کیشپ:۔ (دوہراتے ہوئے) کیا ہوگا! —— یہی تو میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں! ۔۔۔ (اپنے آپ میں) میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا! ہے ایشور دیا اور شانتی کی شکتیوں کو ہارنا ہوگا؟ (کچھ رک کر) اب تو بھگوان ہی اُن پاپیوں کو بچائے!

اندر:۔ مگر اپنے لوگوں کو بچانے کے لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا!

کیشپ:۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا! تم نوجوان جو کرنا چاہتے

:

ہو گئے :

اندر : گھبرانے کی بات نہیں ہے پدر ! وہ تو اقبال بلند ہے مقصد آپ کا ــــ آپ ہمیں حکم فرمائیے !

کیشپ :۔ (دکھی آواز میں) میں گھبراتا نہیں ہوں بیٹے ! مجھے دکھ ہے کہ شور کھو بہادر امیر کاشمرول بھی مارے جائیں گے ! جب کہ ہم انہیں بچانا چاہتے تھے :

اندر :۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے ؟ یہ حالت تو خود انہوں نے پیدا کر دی !

کیشپ :۔ (مضبوطی سے) نہیں ہو سکتا ؟ تو اپنی پوری طاقت کے ساتھ اُن دشمنوں پر ٹوٹ پڑو ! میں تم دونوں کو حکم دیتا ہوں ! ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے آدمیوں کو ہر صورت میں بچانا ہمارا دھرم ہے !

اندر :۔ (خوشی کے طوفان میں) مجھے ! بجھے فخر بخشا ہے آپ نے کاشمیرینا کی خدمت گزاری کا ! میں قسم کھاتا ہوں اُس پاک پروردگار کی ــــ کہ کر دوں گا نیست و نابود اُن تہمت پرست دشمنوں کو ــــ کہ جنہوں نے ٹھکرا دیا ہے ــــ پیغام دوستی ــــ ہم امن پسند کاشمرول کا !

کیپٹن :۔ (رُودُور سے) رُودُور ۔۔۔ تم آج رات ختم ہونے سے پہلے پہلے دو ہزار بھٹوں کو اکٹھا کرلو!

(اندر سے) تم سب کے سب نئے ہتھیاروں کا پرپندرھ کرتے رہو ۔۔۔ میں تب تک اُس آدمی کی حالت دیکھوں

(چلے جاتے ہیں)

اندر :۔ (رُودُور سے) اب سوچنے کا وقت نہیں ہے دوست!

رُودُور :۔ مگر دُور دُور گاؤں میں بیٹھے بھٹوں کو اتنی جلدی کیسے بلایا جائے؟ ۔۔۔ پھر تیرج ہوم کی رکھشا کا کیا ہوگا؟

شاریکا :۔ (داخل ہوتے ہوئے) بستی کی رکھشا ہم ناریاں خود کریں گی! تم اونچے ٹیلوں پر ڈھول پٹوا کر سب کو خبردار کردو!

اندر :۔ (شاریکا کی طرف جھک کر) شاد آفریں ہے تم کاشر عورتوں کا کہ جو بہادری اور ہمت سے سامنا کر سکتی ہیں ہر آفت کا ۔۔۔!

رُودُور :۔ (شاریکا سے) اچھا! مجھے اسی وقت موجود بھٹوں کے ساتھ کوچ کرنا ہوگا ۔۔۔ تاکہ دن نکلنے سے پہلے ناگ دیپ کا گھیرا ٹوٹ سکے۔

اندرا:۔ مگر اس آندھی اور طوفان میں ناویں کیوں کر
چل سکتی ہیں!

لوڈور:۔ یہ آندھیاں اور طوفان ہمارے ساتھی ہیں! ہوا
کی تیزی ہمیں ہماری اپنے نشانے تک لے
جائے گی ــــ تم باقی بھیڑوں کے ساتھ خشکی
کے راستے آگے بڑھو!

اندرا:۔ مگر میں . . . .

شاریکا:۔ کچھ چنتا مت کرو! نندی۔ ساک۔ لوبش آدمی
سب ہی بھٹ راستہ جانتے ہیں

لوڈور:۔ اور دیکھو۔ براہا ہول پر کل رات دونوں طرف
سے حملہ کیا جائے گا۔ تاکہ تنترو کو بھاگنے کا
اوسر نہ ملنے پائے ــــ اور سنو! دونوں
طرف سے آگ جلا کر اشارے بتائے جائیں
گے! اچھا اب میں چلا ــــ (جانے کو بڑھتا
ہے)

اندرا:۔ اور میں بھی (جانے لگتا ہے)

اپرنا:۔ (ہاتھ میں آرتی کی تھالی لیے داخل ہو کر) ٹھہرو! میں تم دونوں
کو ٹیکہ لگا دوں!

(دونوں رک جاتے ہیں اپرنا دونوں کو ٹیکہ لگاتی ہے)

اپرنا — (قریب لگا کر) دیکھو! تم دونوں اس بات کو مت بھولنا کہ ہمارا مقصد سب کی بھلائی کرنا ہے — (روتے ہوئے) اپنے پوتر ہاتھوں کو کسی نر اپرادھ کے لہو سے مت رنگنا! (آنسو پونچھ کر) آکاش کے دیوتا تمہیں سنبھالا دیں!

رگھو اور اندر دونوں چلے جاتے ہیں -
شاریکا روتی ہوئی اپرنا کو تھام کر اندر کی طرف جانے لگتی ہے

پردہ

چوتھا سین

(صبح سویرے یگیہ شالہ کی کھڑکی کے پاس اپرنا اُون صاف کرنے کے بہانے بیٹھی ہے۔ اُون کا برتن ایک طرف پڑا ہے ہاتھ کی بُرکی ہاتھ ہی میں لیے۔ سُدھ بُدھ بھلائے اُداس نظروں سے سیج بھر کے اُس پار .... تاک رہی ہے اسی وقت اُسے تلاش کرتی اور پکارتی ہوئی شاریکا ہاتھ میں دودھ دُوہنے کا برتن لیے داخل ہوتی ہے)

شاریکا:- (اپرنا کو نہ دیکھ کر) کہاں چلی گئی یہ لڑکی ! اپرنا!
او اپرنا !

اپرنا:- (جلدی سے آنکھوں کے آنسو پونچھنے لگتی ہے)

شاریکا:- (اپرنا کی طرف دیکھ کر) ارے! تو یہاں بیٹھی ہے؟
گو نر میں گائیں کب سے رنبھا رہی ہیں! نٹ کھٹ
بچھڑوں نے تو سارا گوشتھ ہی سر پر اٹھا رکھا
ہے! (جھڑک کر) تو نے اب تک دودھ کیوں
نہیں دوہا ؟

اپرنا:- (اداس بھری آواز) میرا من آج ٹھکانے نہیں ہے
امّیا! دوہنی گا رگی یا کسی دوسری لڑکی سے کہدو!

شاریکا:- (پیار سے جھڑک کر) من کا بے ٹھکانے ہونا اچھا
روگ نہیں باوری !
(اپرنا کو روتے دیکھ کر) ارے ! ان کمل جیسی آنکھوں
میں یہ موتی جیسے آنسو ؟

اپرنا:- (چپ چاپ شاریکا کے سینے سے لگ کر رونے لگتی ہے)

شاریکا:- (پیار سے سہلاتے ہوئے) ارے ! روتی ہے ؟
(مسکراتے ہوئے) سورج کی طرح پرکاش اور گرمی
پھیلانے والے بھولے رودر کے لئے ؟ ...
یا چندا کی طرح چاندنی بکھیرنے والے اس چالاک

اندر کے ہے ؟

اپرنا :۔ (رُندھی آواز میں) وہ دونوں ہی مجھے بہت پیار کرتے ہیں !

شاریکا (ہنسکر) اور تو ؟

اپرنا :۔ (بھرائی آواز میں) مجھے بھی دونوں ہی اچھے لگتے ہیں !

شاریکا (ٹھنڈی چٹکی لے کر) پاتونی کہیں کی ! کبھی سورج اور چاند کو بھی کسی نے ایک ساتھ پایا ہے ؟

اپرنا :۔ (آنسو پونچھتی ہوئی دوسری طرف منہ پھیر لیتی ہے)

شاریکا (بڑبڑاتے ہوئے) یہ دلوں کا سورگ نہیں —— کاشر آریوں کا گگن ہے ! —— یہاں ایک ناری صرف ایک ہی پُرش سے پیار کر سکتی ہے ۔

اپرنا :۔ (جھنجھلا کر) میں کسی سے بھی پیار کرنا نہیں چاہتی ! تمہاری طرح جیون بھر کنواری ہی رہ لوں گی !

شاریکا :۔ (آہ بھر کر) ارے پگلی ! کبھی ناری بھی پیار کئے بنا جی سکتی ہے ؟ کبھی دیپک بنا سنیہہ کے بنا جلتا ہے ؟

اپرنا :۔ (رک کر) کیوں نہیں جی سکتی ۔ تم بھی تو ناری ہو ! تب کیا تم بھی کرتی ہو کسی سے پیار ؟

شاریکا (لاجواب سی چپ رہتی ہے)

ایرنا (مچل کر) بتاؤنا۔ کرتی ہو تم بھی کسی سے پیار؟

شاریکا (اداسی بھری آواز میں) ہاں! کبھی کرتی تھی ——

ایرنا (چونک کر) کہاں! کب! کس سے؟

شاریکا:- (کھوئی سی آواز میں) اُسی لشکر سوم کے ساتھ جو آج سے برسوں پہلے . . . اپنے ماما کے ساتھ ملنے جا کر —— پھر واپس نہیں لوٹا (سنبھل کر بات چھپاتے ہوئے) مگر میری بات دوسری ہے۔ میں نے اپنے آپ کو گن پریم کی سیوا کیلئے سونپ دیا ہے گگن کے سب ہی بچے میرے بچے ہیں! میرا پیار آکاش کے بادلوں کی طرح سب کے لئے ہے۔

ایرنا:- مگر اس سے تمہیں کیا ملا؟

شاریکا:- (پھیکی ہنسی ہنس کر) اری بھولی! پیار بھی کوئی صلہ پانے کی چیز ہے؟

ایرنا:- پھر بھی پیار کے بدلے پیار تو ملنا ہی چاہیئے!

شاریکا:- تو تو ابھی بچی ہے! جب پیار ہو جاتا ہے تو بدلہ پانے کی اچھا ہی نہیں رہتی —— جو بوند سمندر میں سماگئی —— وہ مانگے گی کیا؟ اور مانگے گی کس سے؟

اپرنا:۔ امیا!
شاریکا:۔ جو کھویا نہیں ــــ اس نے پایا ہی کہاں؟
اپرنا:۔ (بے بسی میں) مگر میں کیا کروں امیا!
شاریکا:۔ جلو! بس دیپک کی طرح جلتی رہو! ـــــ جب تک کہ اُن دونوں میں ایک بہتر ہو کر تمہارے من مندر کا دیوتا نہ بن جائے۔ وہ دونوں ہی تجھے سچے ہردیہ سے پیار کرتے ہیں ــــ اسی لیے تو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اچھا بننے کا جتن کر رہے ہیں!
اپرنا:۔ مگر میں کیا جانوں کہ اچھا کیا ہے؟
شاریکا:۔ پیار کی راہ میں اچھائی صرف تیاگ بلیدان سے اُجاگر ہوتی ہے
اپرنا:۔ میں کسی سے بھی پیار کرنا نہیں چاہتی!
شاریکا:۔ پیار ایشور کا وردان ہے! آج تمہارا پیار سُدرشن کے لیے وہ شکتی بن گیا ہے ــــ جس کی روشنی میں رُودر اور اندر اُنتی کی راہ پر سرپٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ (گھبراہٹ میں) اوہ! تو نے مجھے بھی بھولی بسری باتوں میں اُلجھا لیا! مجھے تو ابھی یُدھ کے میدان میں جانے والی باؤں پہر

سامان لگروانا ہے : (جلدی سے چلی جاتی ہے)

اپرنا :۔ (شاریکا کا ہاتھ تھام کر) ذرا لڑائی کے سماچار تو بتاتی جاؤ اما!

نندی :۔ (داخل ہوتے ہوئے) لڑائی کے سماچار ؟ لڑائی کے سماچار سب گپت رکھے گئے ہیں! کُل پتی اور بوا شاریکا کے سوا کسی کو وہ باتیں نہیں بتائی جا سکتیں ـــ ہاں!

شاریکا :۔ (جاتے جاتے) تم نندی سے لڑائی کی خبریں پوچھو! تب تک میں باہمنوں کا کام دیکھ آؤں (چلی جاتی ہے)

نندی :۔ (کانوں کو ہاتھ لگا کر) لڑائی کی خبریں میں بالکل نہیں بتا سکتا!

اپرنا (ہنس کر) آپ کب آئے بھٹ جی مہاراج!

نندی (خوش ہو کر) اچھا! اب تم نے بھی مجھے بہادر بھٹ مان لیا؟ تو سنو ہم کل آدھی رات کے وقت برج ہوم میں پدھارے ہیں ـــ یہ ہے ایک اُتم خبر۔

اپرنا (جھوٹا افسوس کرتے ہوئے) چ... چ... چ... تب تو آپ کو بھوک بھی بہت لگی ہوگی!

نندی (چونک کر) ارے ہاں! سنو... رُدور نے اپنے ترشول کے ایک ہی وار سے براہوں کے سردار جاوو مجھبو کو مار ڈالا!... پر نتو...

اپرنا :۔ (گھبرا کر) پرنتو کیا؟ رودر کشل سے تو ہیں؟

نندی :- (اکڑ کر) چُپ رہو! جو میں بتاؤں وہی سُنو!

اپرنا :- (ہار کر) اچھا تم ہی سناؤ!

نندی :- تو سُنو! پروہت دُھر اور باقی سَنتوں کو ٹھیک وقت پر بچا لیا گیا مگر —

اپرنا :- (تلملا کر) ارے میں پوچھتی ہوں رُودر کا کیا ہوا؟

نندی :- (رک رک کر) رُودر تو ٹھیک ہے — مگر ندی بیچارہ پھر بھی اندر ہے —

اپرنا (پریشانی میں) جلدی بتاؤ نا کیا ہوا ہے اندر کو؟

نندی (بگڑ کر) نہیں میدھ کی باتیں میں کسی کو نہیں بتا سکتا!

اپرنا (شرارت سے مسکرا کر) تو تمہارے لئے تھوڑا دودھ اور شہد لا دوں؟

نندی (ہونٹ چاٹتے ہوئے) ارے جلدی لا دو نا!

اپرنا :- ٹھہرو ذرا بات ختم ہو جائے ...

نندی :- تو جلدی سُنو! اندر بھاگتے ہوئے دشمنوں کے پیچھے دور گھنے جنگلوں میں نکل گئے ہیں بہت سے شترو مارے گئے۔ اور باقی نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں!

اپرنا :- اور کچھ؟

نندنی:۔ شترو کی ہزاروں بھیڑ بکریاں اور بھینسیں ہمارے
ہاتھ لگ گئی ہیں۔
اپرنا:۔ تب تو تم نے خوب پیٹ بھر کر بھیڑ کا
ماس کھایا ہوگا!
نندنی:۔ ارے کہاں! وہ سیناپتی ورن تو ان کی طرف
دیکھنے بھی نہیں دیتے!
اپرنا:۔ کیوں بھلا؟
نندنی:۔ کہتے ہیں .... یہ سب ان براہیوں کی
سمپتی ہے جو ہمارے ساتھ کام پر لگے ہوئے ہیں
اپرنا:۔ کام پر لگے ہیں؟
نندنی:۔ ہاں! ایک ہزار سے بھی زیادہ براہا نرناریوں
اور بچوں کو اپنی رکھیا میں لے لیا گیا ہے ___
اور پرسوں سے پہاڑ کاٹنے کا کام بھی شروع
کر دیا گیا ہے۔
اپرنا:۔ (خوش ہوکر) تب تو سب شبھ ہی شبھ ہے!
نندنی:۔ ہاں تب ہی تو رُودر نے تمہارے لیے
سندیش بھیجا ہے!
اپرنا:۔ (جوش میں) کیا سندیشہ بھیجا ہے میرے پیارے
رُودر نے؟

نندی :- نہیں نہیں... ایسے ہی... کچھ بھی نہیں!

اپرنا (مچل کر) ہوں! ہوں! بتا دونا میرے اچھے نندی

نندی :- (اسی کی طرح) ہوں! ہوں! کھلا دونا تھوڑا دودھ اور شہد!

شاریکا :- (داخل ہوتے ہوئے) کھلا دونا اب اس بے چارے کو کچھ!

اپرنا :- (شرما کر بات بدلتے ہوئے) کیسا چل رہا ہے کام اُن مانجھیوں کا ابا؟

شاریکا :- کام تو ٹھیک ہے... مگر بابا آج بہت دُکھی اور اُداس معلوم ہوتے ہیں!

کیشپا :- (لاٹھی کے سہارے داخل ہوتے ہوئے) ہاں! میرا من بہت دُکھی ہے بیٹیو!

(کچھ رُک کر) میرے اُجلے سورگ چتر پر لہو کے چھینٹے پڑ گئے ہیں!

شاریکا :- مگر لڑائی ہم نے تو نہیں چھیڑی بابا! ہم تو اُن اور مترا کا سندیش لے کر ہی اُن کے پاس گئے تھے!

کیشپا :- یدھ کسی نے بھی چھیڑا... پر تو یدھ ہے تو آخر یدھ ہی!... اس میں کتنی ناریوں

کے سہاگ لٹ گئے ؟ کتنے بچے اناتھ ہو گئے ہیں؟

اپرنا :- ایشور کو یہی منظور ہوگا بابا !

کیشپ :- (زور دے کر) نہیں ! نہیں ! اُس نردیکار پرماتما کو اِن پاپوں میں مت گھسیٹو بیٹی ! وہ تو سدا سب کی بھلائی کرنے والا ہے !

شاریکا :- پتا بھی اپنے دُشٹ بچوں کو ڈنڈ دیئے بنا سُدھار نہیں سکتا ! پاپیوں کو اُن کے پاپوں کا پھل ملنا ہی چاہیئے ! — (اپرنا سے) اپرنا ! میں ہتھیار لے جانے والی ناؤں کے ساتھ خود جا رہی ہوں ۔ کہیں بھاگتے ہوئے شترو بستی پر حملہ نہ کر دیں اس لئے بستی کی ماتاؤں اور بچوں کو اُونچے ٹیلے پر بھیج رہی ہوں ۔ تم بابا کی سیوا کا خیال رکھنا !

کیشپ :- نہیں ! نہیں ! میری بہادر بچی ! میں اب ایک پل بھی یہاں رہنا نہیں چاہتا ! یُدھ استھل میں سینکڑوں گھائل ہمیں پکار رہے ہیں ! ... (اپرنا سے) چلو بیٹی ہم بھی اُن کی سیوا کریں !

شاریکا :- پر تو بابا !

کیشپ :- جب پربت کاٹنے کا کام شروع ہو گیا ہے

الوییرا وہاں رہنا بہت ضروری ہے (نندی سے)
نندی! تم ہم سب کے چلنے کا پربندھ کر دو!
(جاتے جاتے) تب تک میں کچھ جڑی بوٹیاں باندھ
لوں۔۔

(شاریکا کے کندھے پر ہاتھ رکھے چلے جاتے
ہیں۔ اپرنا بھی اُن کے پیچھے چلی جاتی ہے۔
صرف نندی رہ جاتا ہے)

نندی:۔ (سب کے چلے جانے پر) لو! جو کوئی بھی آتا اِس بھولے
نندی کو ٹھگتا ہے! اب یہ بھی گئی۔ اچھا میں بھی
جاتا ہوں: (جاتا ہے)

پردہ

پانچواں سین

بارہمولہ کے مقام پر پہاڑ کاٹنے کا کام جاری ہے۔ پردہ اٹھتے ہی رنگ منچ کے آخری پردے پر کام کرتے ہوئے لوگوں کی پرچھائیاں حرکت کرتی دکھائی پڑ رہی ہیں۔ پہاڑوں کے نال پر گیت گاتے ہوئے بہت سے کام کرنے والوں کی آوازیں گونج رہی ہیں۔

گیت

ایک آواز: ساتھی مِل کر قوم بڑھاؤ
ساتھی ڈٹ کر ہاتھ چلاؤ

سب: ساتھی مِل کر قوم بڑھاؤ
ساتھی ڈٹ کر ہاتھ چلاؤ

ایک: نو نرماؤں کی راہوں پر نکلے جو نرماتا
اِتہاسوں کے سپنے پر انکت ہے انگی گاتھا

سب: ساتھی مِل کر . . . . .
ساتھی ڈٹ کر . . . . .

ایک: باہوں میں بجلی کی طاقت مَن میں جوش نرالا
ہاتھ پیر آنکھیں دے قدرت نے سب کچھ دے ڈالا

سب: ساتھی مِل کر . . . . .
ساتھی ڈٹ کر . . . . .

ایک: دیکھو چنچل رُوپ جوانی یوں ہی نہ گھل جائے
جوبن وہی سپھل جو جگ کے بگڑے کاج بنائے

سب: ساتھی مِل کر . . . . .

ساتھی ڈٹ کر . . . .

ایک :۔ بھر وشواس جدھر بھی نکلیں محنت کے متوالے
ویرانوں میں پھول کھل اُٹھیں بنجر ہوں ہریالے

سب :۔ ساتھی مل کر قوم بڑھانا
ساتھی مل کر ہاتھ چلانا

گیت کی آواز مدھم ہوتی ہوئی بند ہونے لگتی ہے
اسی وقت رنگ منچ پر روشنی تیز ہو جاتی ہے
کندھے پر بسولہ اُٹھائے تیزی کے ساتھ کام
پر جاتے ہوئے رُودر داخل ہوتا ہے دوسری
طرف سے گھبرایا ہوا سا اندر داخل ہوتا ہے
دونوں آمنے سامنے سے گزرتے ہیں

اندر (تیزی میں چند قدم بڑھ کر پھر مُڑتے ہوئے) ٹھہرو! ساتھی رُودر!
تم وہاں مت جاؤ!

رُودر :۔ (رُک کر) کیوں کیا بات ہے؟ تم اتنے گھبرائے
ہوئے کیوں ہو؟

اندر :۔ کام پر خطرہ پیدا ہو گیا ہے! چٹان ٹوٹ چکی ہے
صرف آخری پتھر باقی ہے مگر مٹی میں جگہ جگہ پانی
کے سوتے پھوٹ رہے ہیں!

رُودر :۔ کچھ چنتا نہیں! میں سب ٹھیک کر لوں گا!

اندر :۔ مگر وہاں جان کا خطرہ ہے ! کسی وقت بھی مٹی کا ٹیلہ پھٹ سکتا ہے !

رُودر :۔ تب تو ہمیں جلدی سے جلدی آخری پتھروں کو توڑ ڈالنا چاہیئے

اندر :۔ مگر تم خود وہاں مت جاؤ !

رُودر :۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس گھڑی کام پر نہ جاؤں ؟

اندر :۔ ٹھہرو ! تم سارے کام کے نیتا ہو ... رہنما ہو ۔ تمہاری جان سب سے قیمتی ہے !

رُودر :۔ (جاتے جاتے) دھکار ہے اُس نیتا پر جو دوسروں کو خطرہ میں ڈال کر خود بھاگتا پھرے !

(چلا جاتا ہے)

اندر :۔ (جاتے رُودر کو پکار کر) ٹھہرو دوست ! کچھ عقل سے کام لو ! پدر کیشپ سے مشورہ کر لینا ضروری ہے ۔ ...

(اندر بھی اسی طرف چلا جاتا ہے جس طرف کے رُودر گیا ۔ اسی وقت دوسری طرف سے دھر اور تانترے آپس میں بحث کرتے اور جھگڑتے ہوئے داخل ہوتے ہیں ۔)

تانترے :۔ (زور دے کر) ارے ! دیکھ تو لی تم نے انہائی

محنت اُدم اور سنگھٹن کی طاقت ! اگر تمہارے بھائی گیہ
وادی چکر میں پھنسے رہتے تو آپ تک جڑ دیوتاؤں
کو ہی پوجتے ہوتے !

دفتر:۔ میں کہتا ہوں سورج چندر پرتھوی جل وایو آدمی سب
دیوتا ہیں۔ ان کی شکتی اپار ہے: انہیں کی کرپا سے
ہمارے سب شترو نشٹ ہو گئے۔ اور اتنا مہان
کام پورن ہونے والا ہے۔

تانترے:۔ (اپنے ہاتھ میں گھماتے ہوئے) ارے منی! میں کہتا ہوں
تمہارے دیوتاؤں کو بنانے اور پھیلانے والی
بھی ایک طاقت ہے۔ جو ایشور ہے یا خدا ہے!

دفتر:۔ (حیرانی اور غصہ میں) ارے دُشٹ! تم نے بھی اس پردیسی
چھوکرے سے ایشور کو خدا کہنا سیکھ لیا؟

تانترے:۔ (بھڑک کر ہاتھ چلاتے ہوئے) تو کیا ہوا؟ تم بھی سودھا
سویم بھو کہتے ہو! ان سب کا مطلب ایک ہی
ہے یعنی خود بخود ہونے والا خدا!

دفتر:۔ (کڑک کر) میرے پرکھیہ دیوتاؤں کو چھوڑ کر نہ دکھائی
دینے والے اگیات کے پیچھے بھاگنے والے
تم ناستک اور پاپی ہو!

تانترے:۔ (نفرت میں ناک چڑھا کر ہاتھ ہلاتے ہوئے) جڑ تا کے پرستار

تم پاکھنڈی اور بنچک ہو!

دُھر:۔ (سینخ پا ہوکر) ارے نیچ! گڈریا ہوکر تو مجھے ٹھگ اور پاکھنڈی کہتا ہے!

تانترے:۔ (ہاتھ مٹکاتے ہوئے) نیچ کمینہ ہوگا تو! تیرا گوتر! جو لوگوں کو بدھو بناکر لوٹتا ہے۔

دُھر:۔ (انگوٹھے نچاکر) میں اُتم پروہت ہوں! برہم کی سرسوتی میرے مکھ میں باس کرتی ہے! تمہاری طرح بھیڑیں چُراکر یا چمڑے رنگ کر پیٹ نہیں بھرتا!

تانترے:۔ (نفرت سے) دوسروں کے دان پر پلنے والا نکھٹو! دھوت!

دُھر:۔ (غصہ میں آگے بڑھ کر تانترے کا گلا پکڑتے ہوئے) ارے! تو! مجھے نکھٹو اور نکما کہتا ہے؟

تانترے:۔ (پھرتی سے دُھر کو نیچے پٹکتے ہوئے) لے تجھے دوسروں کو نیچ کہنے کا مزا چکھا دوں!

(دونوں گتھم گتھا ہوکر ایک دوسرے کو نوچتے ہیں اس وقت ہاتھوں میں کام کرنے کے بسولے لیے نندی اور کاک داخل ہوکر ٹھٹھک جاتے ہیں)

نندی:۔ (دبی آواز میں کاک سے) ارے! دیکھو دیکھو! یہ بڈھے

گدھ بھی کشتی لڑنے لگے !

کاک :۔ چپ رہو ! یہ مکھیا لوگ ہیں !

نندی :۔ اگر یہ مکھیا لوگ ہی لڑنے لگے۔ تو لوگوں کو کیا
سیکھ سکھائیں گے ؟

کاک :۔ (لڑائی کی ٹیک دیکھ کر خوشی سے) وہ مارا !

نندی :۔ دیکھو دیکھو ! کیا چیتوں کی طرح گرّا رہے ہیں !

کاک :۔ ارے ! یہ تو لہو لہان ہو چکے ہیں !

نندی :۔ چلو ان کو چھڑا دیں (دونوں بڑھتے ہیں)

تانترے :۔ (چلا کر) ٹھہرو ! کوئی مت چھڑانا ان پاکھنڈی کو !

(نندی تانترے کو اور کاک ڈھر کو
پکڑ کر ایک دوسرے سے الگ کر دیتے
ہیں۔ زبانی لڑائی جاری رہتی ہے۔)

ڈھر :۔ (زمین پر تھوک کر) میں تھوکتا ہوں تمہارے ان خیالوں پر !

تانترے :۔ (دوبارہ تھوک کر) میں دو بار تھوکتا ہوں تمہارے
وچاروں پر !

(اسی وقت ہاتھ میں پھاوڑا لیے تیزی سے
کام پر جاتی ہوئی شاریکا۔ جھگڑا دیکھ کر
کھڑی ہو جاتی ہے)

شاریکا :۔ (دور سے پکار کر) نندی ! کاک ! یہ کیا ہو رہا ہے !

تم لوگ ابھی تک کام پر کیوں نہیں گئے۔

نندی:۔ (سر اونے اوتے) وہیں جا رہے تھے دیوی۔۔۔ مگر ان مکھیا لوگوں کی ہاتھا پائی چھڑانے رک گئے۔

کھاریکا:۔ ارے! ان وقیانوس لوگوں کے جھگڑے کبھی ختم نہ ہوں گے! ان کو انہیں کے حال پر چھوڑو کہ تم جاری کام پر پہنچو! آج آخری چٹان توڑی جا رہی ہے۔ (تیزی سے نکل جاتی ہے لڑائی جاری رہتی ہے)

دھر:۔ چھوڑ دو مجھے! میں اب پاپی کو آج ہم لوگ ختم کر ہی دم لوں گا!

تانترے:۔ آ! آ! تجھے جہنم کا راستہ دکھا دوں!

نندی (تانترے کو دھکا دے کر چھوڑتے ہوئے) جاؤ! لڑو! مرو!

کاک (دھر کو دھکیل کر) جاؤ! تم بھی نکال لو اپنا اُبال!

تانترے:۔ ارے تو کیا تم لوگ ہمیں لڑانا چاہتے ہو؟

(اسی وقت کرو ور اور لاغر کیشپ لاٹھی کے سہارے ڈگمگاتے ہوئے داخل ہوتے ہیں اور سب لوگوں کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں)

کیشپ:۔ (سب سے) ارے تم لوگ اب تک کام پر نہیں گئے؟

کاک :۔ (آگے بڑھ کر پرنام کرتے ہوئے) نہیں جائے ہے تمھیں پتا!
مگر اِن مُکھیا لوگوں کی لڑائی چھڑانے رک گئے!

تمدی :۔ یہ لوگ تو آپس میں مار پٹائی کر رہے تھے!

کیشپ (دھر اور تانترے سے) کیوں سمجھدار جنو! یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟

دھر (شکایت کے لہجہ میں) یہ پاپی سورج، پون، اگنی دیوتاؤں کو جڑ پدارتھ کہہ کر اپمانت کرتا ہے!

تانترے :۔ اور یہ پاپی کہتا ہے کہ ایشور نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔

دھر :۔ یہ مورکھ ہے!

تانترے :۔ مورکھ یہی ہے!

کیشپ :۔ (دکھی دل سے) مورکھ تم دونوں ہی ہو!

دونوں :۔ (ایک ساتھ) ہم؟

کیشپ :۔ ہاں تم دونوں! اس سمے جب کہ ساری کاشر پرجا دن رات سر توڑ محنت کر رہی ہے ــــ تو تم لوگ اِن بے ارتھ کے جھگڑوں میں اپنی شکتی کو نشٹ کر رہے ہو!

دھر :۔ تو کیا سنسار کو چلانے اور بنانے والے دیوتا بے ارتھ ہیں؟

تانترے :- سب دیوتاؤں کا بھی دیوتا ایشور فضول جھگڑا ہے ؟

کیشپ :- ہاں تم لوگوں نے اُسے فضول جھگڑا ہی بنا کر رکھ دیا ہے :

دونوں :- ہم نے ؟

کیشپ :- ہاں! ہاں تم مورکھوں نے ! ——— ایشور اور دیوتا تو من میں ماننے کی بھاونائیں ہیں! نہ کہ اس طرح آپس میں سر پھٹول کرنے کی ؟

تانترے :- میں کہتا ہوں ایشور ہی تمام شکتیوں کا سروت ہے ۔

کیشپ :- اُس دیالو پرنتو نے ہاتھ پیر کان ۔ آنکھ ۔ من بدھی آدمی سب کچھ دے کر تمہیں بھی سروشکتی مان بنا دیا ہے ؛ جاؤ سب کے ساتھ مل کر کام کرو!

دھُمر :- پرنتو ستیہ کی کھوج ؟

کیشپ :- ایشور چیتن ہے! کرم ہے! اُدم کرو ۔ کام کرو یہی سب سے بڑا سچ ہے ۔ (نندی اور کاک سے) جاؤ ان دونوں کو پکڑ کر کام پر لے جاؤ (دونوں بھٹ بڑھتے ہیں)

دھُمر :- پرنتو آپ ایک بات تو سنیں ۔ ۔ ۔ ۔

کیشپ :- یہ باتوں کا نہیں کام کا سمے ہے : لے جاؤ انہیں کام پر ! وہیں ان کو سچے ایشور کے درشن ہوں گے۔

(کاک اور نندی دونوں کو گھسیٹتے ہوئے لے جانے لگتے ہیں)

"ماسٹر" :- (جاتے جاتے مڑ کر) مگر ہم تو مکھیا لوگ ہیں - - -

کیشپا :- (ڈانٹ کر) کوئی نٹھلا مکھیا نہیں ہو سکتا! مکھیا وہ جو سب سے زیادہ کام کرے ؛ سب سے اونچا بلیدان دے !

(کاک اور نندی دونوں کو لے جاتے ہیں اکیلے کیشپ پریشان حال، ہاتھ ملتے ہوئے بڑبڑانے لگتے ہیں۔ اسی وقت انہیں کو تلاش کرتی ہوئی سی اپرنا داخل ہوتی ہے)

اپرنا :- (داخل ہونے ہی کیشپ کو دیکھ کر) بابا! آپ اس روگی حالت میں کہاں چل پڑے ؟

کیشپا :- (کمزور کانپتی ہوئی آواز میں) کام پر! میں کاشروں کی اپنی دھرتی کاشمیر کو دیکھنے کے لئے ہی اب تک جیوت ہوں بیٹی ! تمہاری اور دیوی شاریکا کی سیوا نے مجھے بچالیا نہیں تو کب کا چل بسا ہوتا! مگر

مجھے اِن جھگڑالو لوگوں کی باتیں سُن کر بہت دُکھ ہوتا ہے۔ ! یہ دھرم اور تانترے تو بس ہر وقت لڑتے ہی رہتے ہیں۔ کام چور کہیں کے !

اپرنا :۔ آج پراجکت ، پر بھی لڑائی ہونے ہوتے رُکی بابا !

کیشپ :۔ اچھا ! کس کی ؟

اپرنا :۔ صبح سویرے جب اندر سب گوتر لوں میں اپنا اپنا کام بانٹ کر چلے گئے۔ تو دھوبیوں کے حصّہ میں بہت کم کام آیا۔ تب اُن لوگوں نے مُدگلوں کے بھاگ میں بھی کام کرنا شروع کر دیا ـــــ اس پر مُدگل لوگ بھڑک اُٹھے !

کیشپ :۔ اچھا ! کام کے لئے گوتروں میں اتنی ہوڑ ؟

اپرنا :۔ ہاں ! تب دتاتریوں اور اپمنیوں نے دھوبیوں کا ساتھ دیا ـــــ ادھر بھاردواج اور اُدگر مُدگلوں کی طرف سے اُٹھ کھڑے ہوئے !

کیشپ :۔ تب ؟

اپرنا :۔ تب کیا تھا ! دونوں طرف سے بھالے اور ترشول تک اُٹھا لئے گئے !

کیشپ :۔ شو۔ ۔ ۔ شو۔ ۔ ۔ شو ! کاشیوں میں اتنی بُور کھتا !

اپرنا :۔ اسی وقت ہم تین سو لڑکیاں بیچ بچاؤ کرنے کو د

پڑیں — تب کہیں جا کر جھگڑا سماپت ہوا۔

کیشپ:۔ اور یہ آگ بھڑکانے والا اندر خود کہاں چلا گیا تھا؟

اپرنا:۔ وہ تو اس وقت لوہاروں کے ٹولے میں کام کر رہا تھا! پرنتو اس جھگڑے کا تو اُس بیچارے کو پتا بھی نہیں!

کیشپ:۔ اور یہ باقی مکھیا لوگ کہاں مر گئے تھے؟

اپرنا:۔ رُودر مانجھیوں کے ساتھ تھے تو ورُن بڑھیوں کا کام دیکھ رہے تھے۔ باقی والوں کی کسی نے سُنی تک نہیں! یہ کاچر، کنجر، جوتر اور شمبر آدمی جھٹ کیسے سمجھتے ہی نہ تھے۔

کیشپ:۔ ایک ہی گن کے لوگوں میں اتنی لے دے کا ہونا اچھے لکچھن نہیں ہیں بیٹی! ایشور ہی سب کو بدھی دے!

اپرنا:۔ مگر ایک ہی گن میں یہ گوتروں کے الگاؤ کیسے بن گئے بابا؟

کیشپ:۔ اری بیٹی! گن تو اس چلتے پھرتے چھوٹے سے کنبے کا نام تھا۔ جو اپنے پشوؤں کے چارے کی تلاش میں آج یہاں کل وہاں گھومتا پھرتا تھا۔ پرنتو منشیوں اور پشوؤں کی گنتی جب سینکڑوں سے

ہزاروں تک بڑھتی گئی تو تم ہی بتاؤ اتنے بڑے
کُل کا ایک جگہ نباہ کیسے ہوتا؟

ایرنا:۔ (حیرانی سے) اتنے سارے پشوؤں کا تو گھاس
چارہ جُٹانا بھی کٹھن ہو جاتا ا

کیشپا:۔ تو بس اس لئے میں نے بھی اپنے گن پریوار
کو چھوٹے چھوٹے گوتروں میں بانٹ کر الگ الگ
چراگاہوں میں بسا دیا۔ مگر اب تو ایک ایک گوتر
بھی کئی کئی گاؤں بن گیا گن بیچارے کا تو نام
باقی رہ گیا ہے! اسی لئے تو میں نے کُل پتی
کا چلن ہٹا کر پنچائیتن کی ریتی چلائی ہے۔ تا کہ
سب ہی لوگوں کے وچاروں اور بھاؤناؤں کا
میل ہو سکے۔

ایرنا:۔ اپنی دھرتی کاشمیر کے بن جانے پر تو آپ کا
یہ پریوار اور بھی بڑھنے پھیلنے لگے گا۔!

کیشپا:۔ ہاں! یہ سب اس ایشور کی کرپا ہے! یا پھر
اِن رُودر اور اندر کی انتھک محنت کا پھل سمجھو!
سچ پوچھوں تو اِن دو نے ہی میرے سپنے کو
اصلیت کا روپ دے دیا ہے!

ایرنا:۔ (جھجک کر) اِن دونوں میں تمہیں کون اچھا لگتا ہے

بابا ؟

کیشپ :- (جذبات میں) دونوں آدمی۔ اُتساہی۔ ویر اور بلوان نوجوان ہیں۔ جیسے میری اپنی ہی جوانی۔ دو روپوں دُوگنی ہو کر واپس آ گئی ہو!

اپرنا :- پھر بھی کوئی سا تو ....

کیشپ :- نہیں! نہیں! وہ دونوں ہی میرے ہاتھ ہیں میری آنکھوں کی پتلیاں ہیں! میں بھلا کس کو کم سمجھوں؟ (کچھ رک کر مسکراتے ہوئے) تم ہی بتاؤ تمہیں کون اچھا لگتا ہے؟

اپرنا :- (شرما کر منہ پھیرتے ہوئے) اوہ! میں کیا جانوں؟ (بات بدلتے ہوئے) مگر بابا! یہ پانچ برس کا کام تو تین ہی سالوں میں پورا ہو چلا!

کیشپ :- ہاں بیٹی! پربھو کی دیا سے چٹانیں کومل سلباٹ پتھر کی نکلیں! لوہے جیسی دھات ہاتھ لگ گئی! پھر رودر کی طاقت! اندر کی چتورائی اور کاشرزن کی ایکتا اس پر براہمن کا ساتھ مل جانا ان سب باتوں نے اس مہان یگیہ کو پورن بنایا ہے۔

اپرنا :- اچھا ورن کہتے تھے کہ اب تو دس پانچ دنوں میں ہی پانی بہہ نکلنے لگے گا!

کیشپ :- (فکر میں) ہاں! مگر اس پراجکٹ کا سب سے کٹھن

مرحلہ بھی یہی ہے بیٹی !

اپرنا :- کٹھن مرحلہ ؟

(اس وقت ہوا اندر ہانپتا اور گھبرایا ہوا
داخل ہوتا ہے)

اندر :- (داخل ہوتے ہی) پدر، پدر! منع کرلو اس رُودر کو....
منع کرلو!

K. P. SABHA AM... LIBRARY ... JAMMU

اپرنا :- (گھبرا کر) کیوں کیا بات ہوئی ہے؟ کوئی جھگڑا ......

اندر :- (گھبراہٹ اور جلدی میں) نہیں، نہیں! جھگڑا کوئی نہیں! چٹان کٹ چکی ہے پہاڑی میں سے پانی رسنا شروع ہوگیا ہے! مگر وہ اب بھی نیچے کی تہہ میں بیٹھا آخری پتھر توڑ رہا ہے!

کیشپ :- (بڑبڑاتے ہوئے) ہے پرماتما! وہ کٹھن گھڑی آپہنچی۔ اب تو رکھیا کرنا!

(پردہ میں شور اور آوازیں)

آواز :- نکل آؤ رُودر! باہر آجاؤ! پانی زیادہ رسنا شروع ہوگیا ہے

اندر :- (گڑگڑا کر) سب لوگ باہر نکل آئے ہیں! مگر وہ اب بھی نہیں مانتا! بچالو! بچالو بابا۔ اس کو بچالو!

کیشپ :- (بڑبڑاتے ہوئے) اگر ان پتھروں کے ہٹتے پانی

کی دھار بہہ نکلا، تو ہماری برسوں کی محنت اکارتھ جائے

کبھی نہ کبھی ۔۔۔ تو وہ آخری پتھر اوشیہ

توڑنے ہوں گے !

اپرنا ۔ (سسکتے ہوئے) مگر بابا ۔ ۔ ۔

اندر ۔ میں ان براہوں کو وہاں بھیجے دیتا ہوں ! مگر تم اُن کو بچالو !

کیشپ ۔ (کانپتی آواز میں) براہوں کو بھیج دُوں ؟ ۔۔۔ نہیں! نہیں! میرا رُودر اتنا سوارتھی نہیں ہے ؛ وہ کبھی ہتیں ملنے گا ۔ کبھی نہ مانے گا ۔!

(پردہ میں سے شور اور آوازیں) نکل آؤ ! نکل آؤ رودر ! پانی کا دباؤ بڑھ رہا ہے !

(رُودر کی آواز دُور گہرائی میں سے) کوئی پرواہ نہیں ۔! اگر یہ پتھر نہ ٹوٹے تو کام اُدھورا رہ جائے گا !

(شور ہوتا ہے)

اندر ۔ سنو ! سنو ! وہ نہیں مان رہا ۔۔۔ نہیں مان رہا !

اپرنا ۔ (چپ چاپ آنسو پونچھتی ہے)

کیشپ (گھبراہٹ میں) ہے ایشور ! ہے پربھو !

آواز (پردہ میں سے) آپ دیر مت کرو رُودر ! جلدی سے نکل آؤ ! مٹی کے بڑے بڑے تودے پھسل رہے ہیں !

رُدّور کی آواز (گہرائی میں سے) میں اپنے کام کو اوشیہ پورا کر کے آؤں گا۔ کچھ چنتا مت کرو!

اندرا:۔ (پھر خوشامد کرتے ہوئے) سُنو! سُنو! وہ نہیں مان رہا! (اپرنا سے) تم ہی چل کر کہو اپرنا! شاید تمہارا کہا مان جائے!

کیپٹن:۔ اوم.... شانتی.... شانتی.... شانتی

اپرنا:۔ (چپ چاپ ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھتی رہتی ہے)

اندرا:۔ (گھبراہٹ میں ہاتھ ملتا ہے)

اسی وقت پردہ میں شور اٹھتا ہے۔ باندھ
پھٹنے کی زوردار آواز دیر تک آتی ہے
لوگوں کے چلّانے کی آوازیں سنائی دیتی
ہیں..

ا:۔ پکڑو! پکڑو!

ب:۔ رُدّور دب جائے گا۔

اپرنا:۔ (بجلی کی تیزی سے اندر کی طرف بھاگتے ہوئے چلا کر) رُدّور! میرے رُدّور! آ جاؤ! نکل آؤ!...

اپرنا چلی جاتی ہے اُس کی چیخیں دیر تک
سُنائی دیتی ہیں۔ اُس کے پیچھے اندر بھی نکل
جاتا ہے۔ شور جاری رہتا ہے۔ لاٹھی کے

سہارے کانپتے ہوئے کیشپ بھی
شانتی شانتی کہتے اسی طرف چلے جاتے
ہیں۔ سارے ماحول پر دہشت سی طاری
ہو جاتی ہے)

پردہ

چھٹا سین

اپرنا بیگمیہ شالہ میں اکیلی اُداس بیٹھی دُور دُور
تک پھیلی کاشمیر کی نئی دھرتی کو دیکھ رہی ہے ۔
چاروں طرف بہار کے پھول کھِل رہے
ہیں ۔ دُور کہیں سے کسانوں کے ہنسنے اور
گانے کی آوازیں آ رہی ہیں اُسی وقت حیرت
بھری نگاہوں سے چاروں طرف ڈھونڈھتا
ہوا سا اندر داخل ہوتا ہے ۔

اندر :- (اپرنا کو بیٹھے دیکھ کر) اپرنا ! میری پیاری اپرنا !

اپرنا :- (دیوانوں کی طرح چپ رہنے کا اشارہ کر کے منہ پھیر لیتی ہے)

اِندر :۔ (جذبات میں) آج ساری کائنات بہادُر کاشرواں کو اُن کی بے مثال کامیابیوں پر بے مثال مبارکباد پیش کر رہی ہے۔ نئی نویلی دھرتی کا دامن رنگ برنگے پھولوں کے نایاب تحفوں سے بھر گیا ہے۔ بدمست بھونرے حُسن و عشق کے نغمے الاپ رہے ہیں سبزہ زاروں کی بساط پر شبنم کے موتی رقص کر رہے ہیں۔ اور اس جشنِ بہاراں کے موقعہ پر تم یوں اکیلی اور اُداس بیٹھی ہو؟

اپرنا (دیوانوں کی طرح) ہش! ہش! .... چپ! وہ سو رہا ہے!

اندر (حیرانی سے چاروں طرف دیکھ کر) کون؟ کہاں؟

اپرنا :۔ (اسی دیوانگی میں) وہی! میرا پریتم! تمہارا دوست! رودر!

اندر :۔ (مایوس ہو کر) کیوں اپنے آپ کو ٹھگتی ہو۔ اُسے شہید ہوئے تو ایک سال بیت چکا ہے۔ جو مر گیا! ختم ہو گیا! اس صفحۂ ہستی سے مِٹ گیا۔

اپرنا :۔ (دبی آواز میں) نہیں مرا نہیں! سب کی خاطر بلیدان دیکر امر ہو گیا ہے! دیوتا بن گیا ہے! بابا کہتے ہیں دیوتا کبھی نہیں مرتے! کبھی نہیں مرتے!

اندر:۔ (آہ بھر کر رکتی آواز میں) یہ ٹھیک ہے کہ وہ ہم سب کی ترقی اور بھلائی کی خاطر شہید ہوا۔ آریوں کی یہ قوم یگوں یگوں تک اُس کی پرستش کرتی رہے گی۔ مگر اُن بیتے خوابوں کے پیچھے تم اپنی اس بیش قیمت جوانی کو یوں برباد مت کرو! مت کرو اپرنا!

اپرنا:۔ (اسی دیوانگی میں) ہش! تم چپ رہو وہ جاگ جائے گا!

اندر:۔ (دکھی ہو کر) اپرنا! میں کب سے تمہارا منتظر کھڑا ہوں! نکل آؤ! ماضی کے اُن پُر فریب ویرانوں میں سے لوٹ آؤ! وہاں اب کوئی نہیں! کوئی نہیں! کوئی ... نہیں ہے!

اپرنا:۔ ہے! میرا رُودر! میرے دل کی گہرائیوں میں سُکھ کی نیند سو رہا ہے (چونک کر) سنو سنو ہوا میں اُسی کے سانسوں کی باس بس رہی ہے۔

اندر:۔ (گڑگڑا کر) جوانی کے اس سُندر پھول کو یوں ویرانوں میں مت بکھیرو اپرنا! آؤ! آؤ! میری اس سونی جھولی کو پیار کی خیرات سے بھر دو۔

اپرنا:۔ (تیکھی آواز میں) یہ پھول سب کی بھلائی چاہنے والے اُس شیو مہا دیو رُودر کے چرنوں پر نچھاور ہو چکا

ہے! اس سے اب کسی سندر کی جھلی نہیں
پھر سکتی!

اندر :۔ (جھنجھلا کر) مگر کہاں! کہاں ہے۔ اس بحر بیکراں کا
کنارا! کہاں ہے۔ تمہارے پیار کا وہ سہارا!

اپرنا :۔ (دیوانہ وار مسکراہٹ اور حیرانگی سے) ارے۔۔۔ تم
تم اُسے نہیں دیکھ رہے (سنجیدہ آواز میں) وہ اس
ہاڈ ماس کی دُنیا سے دُور پرے! میری انتر آتما
کے ست رنگے اُفق پر مسکراتا ہوا سو رہا ہے!
قہقہہ! قہقہہ۔۔۔۔

اندر (چڑ کر) یہ وہم ہے! خود فریبی ہے! بُت
پرستی ہے!

اپرنا (ان سنی کر کے) ایک شریر کی قید سے نکل کر
وہ اس ہستی کے کن کن میں سما گیا ہے سرب
ویاپک ہو گیا ہے۔

اندر :۔ اپرنا!

اپرنا :۔ برفانی چوٹیاں اسی کا مکٹ ہیں! کھیتوں کی
ہریالی میں اسی کی جوانی لہرا رہی ہے! پھولوں
کی ہنسی میں وہی مسکرا رہا ہے! چھلچھلاتے جھرنوں میں
وہی ناچ رہا ہے۔ (دروازے سے آتی ہوئی گیت کی

آواز سُن کر) سنو بہنو! اُن کا شر کسانوں کے گیتوں میں وہی گا رہا ہے۔

اندر:۔ تم اپنی زندگی کو ضرور برباد کر کے ہی رہو گی۔؟

اپرنا:۔ (بے بسی میں) یہ جیون ہے ہی کیا! ایک کھِلا ہوا پھول دو گھڑی کا مہمان اور پھر دھول کا دھول!

اندر:۔ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے اپرنا! میری باتوں کو سمجھو!

اپرنا:۔ (اعتماد کے ساتھ) مجھے پشیماں کرو نہ اندر! میں اب پیچھے نہیں لوٹ سکتی! (منہ پھیر لیتی ہے)

(اندر دُکھ سے سر تھام کر وہیں بیٹھ جاتا ہے اُسی وقت خوشی سے ہنستی ہوئی شاریکا داخل ہوتی ہے)

شاریکا:۔ بدھائی! بدھائی ہو! اندر تمہیں مبارک ہو!

اندر:۔ (مایوسی میں سر اٹھا کر دیکھتا رہ جاتا ہے)

شاریکا:۔ گرو پنچایت نے تمہیں دو ہزار بھیڑوں کی سینا دینا مان لیا ہے۔ کل ہی کوچ ہوگا!

اندر:۔ (مایوسی سے) میں شکر گزار ہوں تم سب کا! مگر مجھے اب اس کی کوئی ضرورت نہیں!

شاریکا:۔ (اچنبھے میں) کیوں؟ تم اپنے ایران کو دشمنوں سے آزاد نہیں کراؤ گے؟

اندر :۔ (ٹھنڈی آہ بھر کر) نہیں !

اپرنا :۔ (تڑپ کر) یہ کایرتا ہے اپنے کرتویہ سے انکار ہے !

اندر :۔ (دکھ بھری جھنجھلاہٹ کے ساتھ) میری امید ! میری ہمت میرا دل ٹوٹ چکے ہیں

اپرنا :۔ (بھرائی آواز میں) میرے پیار کے نام پر یہ کلنک مت لگاؤ! اندر! جاؤ! جاؤ! مجھ سی ہزاروں اپنائیں تمہاری راہ تاک رہی ہیں!

اندر (خوشی سے چونک کر) تو کیا ! تو کیا ! تمہارے دل میں اب بھی میرے لئے کوئی مقام ہے۔

اپرنا (آنسو بھری آنکھوں سے آنکھوں اور سر کو ہلا کر سویکار کرتی ہے)

اندر (خوش ہو کر) تو بس تو میرے لئے اتنا کافی ہے! تمہاری ہی پاک محبت کے سہارے میں زندگی بھر آزادی وطن کے لئے لڑتا رہوں گا۔

کیشپا :۔ (لاٹھی کے سہارے داخل ہوتے ہوئے لرزتی آواز میں) شاباش ! شاباش! میرے بچے کاشمیر کی یہ دھرتی تمہیں کبھی نہیں بھولے گی۔ کبھی نہیں بھولے گی۔

اندر :۔ (دو زانو ہو کر اپرنا سے) میں لاکھ لاکھ نمسکار کرتا ہوں تمہیں اور تمہارے دل کے دیوتا اس عظیم

رُودر کو (جلدی میں آنسو چھپاتا ہوا چلا جاتا ہے۔ شاریکا اور کیپٹن، دیکھتے رہ جاتے ہیں اپرنا سسکتے ہوئی کھڑی رہ جاتی ہے)

کیپٹن:۔ (کچھ دیر بعد سنبھل کر سسکتی اپرنا کا ہاتھ تھامتے ہوئے) چلو بیٹی چلو ہمیں ابھی اپنے رُودر کے بہت سے ادھورے کام پورے کرنے ہیں (دھیرے دھیرے چلنے لگتے ہیں)

پردہ

ختم شد

دینو بھائی پنت مارچ ۱۹۱۸
میں بمقام پینتھل (ضلع اُدھمپور)
معزز گھرانے میں پیدا ہوئے - ۱۹۳۴
میں اِن کی ادبی زندگی کا آغاز
ہندی نظموں سے ہوا -

۱۹۴۰ میں اپنی مادری زبان ڈوگری کی طرف رجوع کیا - گتلوں، ویر گلاب، منگو دی چھبیل، ساڈا باپو، دادی تے ماں، اِن کے وہ ڈوگری شعری مجموع ہیں جو قبول عام کی سند حاصل کر چکے ہیں - جن ادیبوں نے ڈوگری ڈرامہ کی داغ بیل ڈالی ہے دینو بھائی پنت کا نام اُن میں پیش-پیش ہے ""نماں گراں"" ""سنجھالی"" اور ""سرپنچ"" اِنکے مقبول اور کامیاب ڈوگری ڈرامے ہیں - حکومت جموں و کشمیر کی کلچرل اکادمی نے انعامی مقابلہ کے سلسلے میں ""سرپنچ"" کو سات سو روپے کے گراں قدر اِنعام سے نوازا ہے -

پیش نظر ہندوستانی زبان میں لکھا ہوا ڈرامہ ""سورگ کی کھوج"" ایک تمدنی، تعمیری اور انسانی پہلو لئے ہوئے ہے -

عرش صہبائی

۱۴۵- کچی چھاونی جموں

۱۴ ستمبر ۱۹۶۳

سورگ کی کھوج

دینو بھائی پنت